خلفائے اربعہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
نئی دہلی

خلفاء اربعہ

مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی
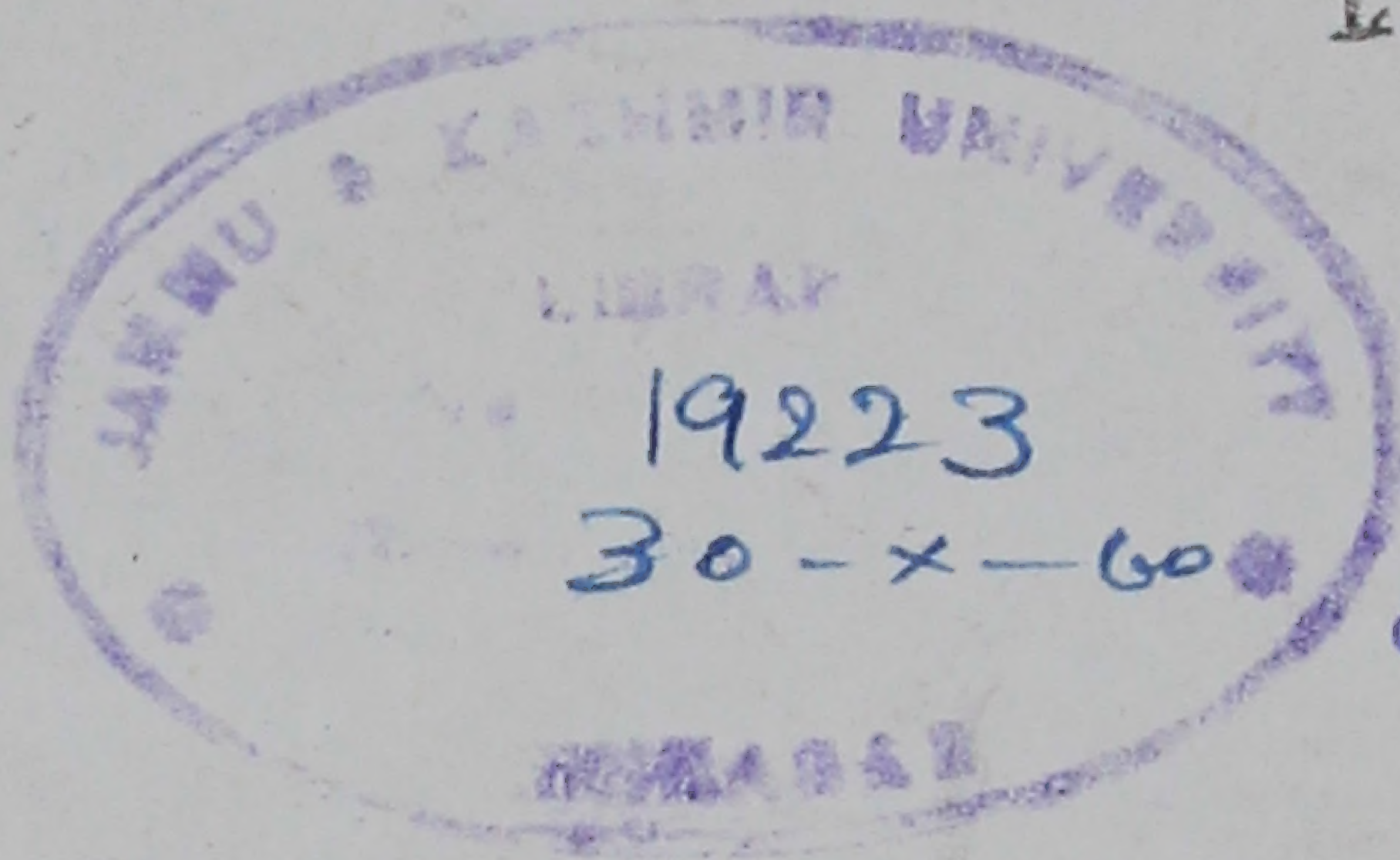
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

ہجرت

نام و نسب

پہلے آپ کا نام عبدالکعبہ تھا، جب آپ اسلام میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ آپ کی کنیت ابوبکر اور صدیق و عتیق لقب تھے۔ آپ کے والد کا نام عثمان، اور کنیت ابو قحافہ تھی، والدہ کا نام سلمیٰ تھا اور کنیت اُمّ الخیر تھی، آپ قریش کی شاخ بنو تیم سے تھے۔ سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے تمام صحابۂ کرام میں آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی چار پشتیں صحابی تھیں، یعنی آپ، آپ کے والد، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن، اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کی پیدائش کے دو ڈھائی سال بعد رسولِ پاکؐ کی ولادت

باسعادت ہوئی۔ نوجوانی میں آپ کریمانہ اخلاق اور شریفانہ عادات سے متصف تھے، شراب سے سخت نفرت تھی، دولت مند تھے اور اپنی دولت سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتے تھے، ہر طرف آپ کی دیانت، راست بازی اور امانت کا شہرہ تھا۔ آپ کا شغل تجارت تھا۔

والدین

آپ کے والد حضرت عثمان بن عامر مکّہ کے شریف لوگوں میں شمار ہوتے تھے، بہت بڑی عمر پائی تھی۔ فتح مکّہ تک تو اپنے پُرانے مذہب ہی پر قائم رہے، مگر اس کے بعد اپنے صاحب زادے کے ساتھ آں حضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ انھیں کیوں تکلیف دی، میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا، پھر آپؐ نے انھیں مشرف بہ اسلام کیا۔

آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اور بہت ضعیف ہو گئے تھے، ستانوے برس کی عمر میں ۱۴ھ میں وفات پائی۔

آپ کی والدہ امّ الخیر ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں، ان سے پہلے صرف انتالیس اصحاب اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر کھلّم کھلا اسلام کا اظہار نہیں کر سکے۔ حضرت امّ الخیر کے اسلام لانے کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز حضرت ابو بکرؓ نے بہ اصرار تمام آں حضرت سے اجازت لے کر عام لوگوں کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ مخالف ان باتوں کے سُننے کی تاب نہ لا سکے۔ اور انھیں

اس قدر مارا کہ ان کا قبیلہ مخالف ہونے کے باوجود ان کی امداد کے لیے آمادہ ہو گیا۔

گھر پہنچے تو اپنے رشتہ داروں کو اسلام لانے پر اُبھارتے رہے۔ صبح ہوتے ہی والدہ کو لے کر حضرت ارقم کے گھر پہنچے، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ میری والدہ کو مسلمان کر لیجئے، انھوں نے بڑی عمر پائی۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تک زندہ تھیں۔

اِسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بچپن ہی سے محبت تھی اور آپ کے مخصوص دوستوں میں ان کا شمار تھا، تجارت میں بھی کئی مرتبہ آپ کے ہم سفر رہے۔

جب اللہ نے حضرتؐ کو خلعتِ نبوّت سے سرفراز فرمایا تو سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ آپ ہی تھے۔

اب آپ نے اپنی تمام سعی و کوشش اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کر دی، چنانچہ آپ کی دعوت پر ایسے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جو آگے چل کر درخشاں نجوم و کواکب ثابت ہوئے، حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ، عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ، ابوسلمہ، اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم آپ ہی کی کوشش

کے ثمرات و نتائج تھے۔

آپ نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنا لی تھی، اس میں اللہ کی عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے، تلاوت کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ یہ منظر دیکھ کر راستہ چلنے والے بھی ٹھہر جاتے اور اثر پذیر ہوتے۔ مسلمان غلاموں کے سنگ دل آقا انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تو آپ کا رقت انگیز دل کڑھتا۔ آپ کی دولت ان لوگوں کے لئے وقف تھی۔ چنانچہ بلال، عامر بن فہیرہ اور نہدیہ وغیرہ کی آزادی آپ ہی کی رہینِ منت تھی۔

ہجرت اور واپسی

مخالفین کی تکلیف و مصیبت سے تنگ آکر ایک مرتبہ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ جب مقام برک الغماد تک پہنچے تو قبیلہ قاہرہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ آپ ہجرت کر رہے ہیں تو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جلاوطن کرتی ہے تو میں آپ کو پناہ دیتا ہوں اپنے وطن میں رہ کر اپنے اللہ کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لے گئے۔ ابن الدغنہ نے سردارانِ قریش سے کہا کہ تم ایسے شخص کو جلاوطن کرتے ہو جو مفلسوں کا معاون، مصیبت زدوں کا دست گیر، قرابت داروں کا نگراں، رحم کرنے والا، مقروضوں کا بوجھ اٹھانے والا اور مہمان نواز ہے۔ میں انھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں وہ اپنے گھر میں رہ کر عبادت کریں گے۔

قریش نے ابن الدغنہ کی امان تسلیم کر لی اور کچھ دنوں تک حضرت ابوبکرؓ اطمینان کے ساتھ عبادت میں مصروف رہے مگر آخر میں ابن الدغنہ کی امان واپس کر دی اور فرمایا کہ میرے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی امان کافی ہے۔

مدینہ کی تیاری

جب دشمنوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ نے پھر ایک مرتبہ ہجرت کا ارادہ کیا بہت سے مظلوم و ستم رسیدہ فرزندانِ اسلام مدینہ میں پناہ لے چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مدینہ ہی کا قصد کیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ابھی جلدی نہ کرو" اس بات پر چار ماہ گزر گئے، آں حضرت ویسے تو عموماً صبح و شام حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لایا ہی کرتے تھے۔ مگر ایک روز آپ چھپ کر نا وقت پہنچ گئے اور فرمایا:- "مجھے ہجرت کا حکم ملا ہے تم بھی چلنے کی تیاری کرو"

حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے جلدی جلدی سامانِ سفر درست کیا۔ حضرت اسماءؓ کو جلدی میں بستر باندھنے کو کچھ نہ ملا تو اپنا کمر بند ہی پھاڑ کر باندھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں، ایک انھوں نے آپ کی خدمت میں پیش کی اور دوسری پر خود سوار ہوئے۔

غارِ ثور

روانگی کے بعد پہلی منزل غارِ ثور تھی، حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر اس کو اچھی طرح سے صاف کیا اور تمام سوراخ بند کر دیئے۔ پھر رسول اللہ اپنے

رفیق کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اتفاقاً ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا ایک زہریلے سانپ نے نکل کر ابوبکرؓ کے پاؤں میں کاٹ لیا۔ درد کی وجہ سے ان کے آنسو نکل پڑے اور ایک قطرہ آں حضرتؐ کے روئے انور پر گر گیا۔ آپ نے آنکھ کھول کر پوچھا تو انھوں نے عرض کیا کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ آپ نے اپنا لعابِ مبارک اس جگہ پر لگا دیا اور زہر کا اثر بالکل دور ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ رات کے وقت شہر کے تمام واقعات کی اطلاع دینے کے لئے آتے، آپ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کے چراگاہ میں بکریاں چراتے اور رات کو غار کے پاس لے آتے۔ صبح کے وقت جب عبداللہ واپس جاتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے بکریاں لے جاتے کہ ان کے پاؤں کے نشانات مٹ جائیں۔

ناکام تلاش

جب شب کو آں حضرتؐ نے ہجرت فرمائی، ابوجہل اور اس کے ساتھی کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کئے رہے، صبح کو اندر داخل ہوئے تو بے نیلِ مرام واپس لوٹے یہاں سے وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے اور حضرت اسماءؓ سے ان کے والد کا پتہ دریافت کیا۔ انھوں نے لاعلمی ظاہر کی تو انھیں یقین ہو گیا کہ دونوں نکل کر چلے گئے۔ انھوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمدؐ کو گرفتار کرے گا، اسے ایک سو اونٹ انعام میں ملیں گے۔ لوگوں نے ہر طرف تلاش شروع کر دی۔ بعض غار تک بھی پہنچ گئے، حضرت ابوبکرؓ یہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ ہمارے رسولؐ

نے ارشاد فرمایا۔ "تم غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے" چنانچہ وہ اِدھر اُدھر تلاش کرکے ناکام واپس لوٹ گئے۔

تین دن اور تین رات کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے ان کا غلام عامر بن فہیرہ بیٹھ گیا۔ عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ دورانِ سفر میں حضرت ابوبکرؓ نے سراقہ بن جعشم کو دیکھ لیا جو قریش کی طرف سے آں حضرت کی تلاش کر رہا تھا، قریب آیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اس نے اتر کر فال نکالی، جواب ملا کہ تعاقب نہ کرو، مگر وہ پھر آگے بڑھا اور پھر وہی ہوا، آخر آپؐ سے امان کا پروانہ لے کر واپس چلا گیا۔

رسول اللہ آگے بڑھے تو حضرت زبیرؓ مل گئے جو مسلمان سوداگروں کے ساتھ شام سے آرہے تھے، انھوں نے آپ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔ مدینہ میں جب آپ کا داخلہ ہوا تو دونوں یہی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بارہا سفر کیا تھا لوگ انھیں جانتے پہچانتے تھے۔ آں حضرتؐ کو دیکھ کر پوچھتے کہ یہ کون ہیں؟ آپ فرماتے "یہ ہمارے رہنما ہیں"۔ اسی طرح دشمنوں سے بچتے بچاتے ۱۲ ربیع الاول نبوت کے چودھویں سال مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ قبا میں قیام فرمایا۔ آں حضرتؐ تشریف رکھتے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں کا استقبال کرتے تھے۔ جن لوگوں نے اب تک آں حضرت کے روئے اطہر کی زیارت نہیں کی تھی وہ غلطی سے حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ اس کو سمجھ گئے تو اپنی چادر سے رسولِ اکرمؐ پر سایہ کر دیا۔ تب لوگوں نے خادم اور مخدوم میں تمیز کی۔

رسولِ پاکؐ کی رحلت

قیامِ مدینہ

چند روز تک قبا میں رہنے کے بعد رسولِ کریمؐ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں، اور حضرت ابوبکرؓ یہاں کے ایک معزز رئیس حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے مکان میں ٹھہرے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کے اہل و عیال بھی حضرت طلحہؓ کے ساتھ آ گئے۔ جب مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کا سلسلہ قائم ہوا تو آپ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زہیرؓ سے قائم کر دیا گیا۔

امن کی جگہ جو مل گئی تو اب سب طرف سے مسلمان آنا شروع ہو گئے۔ اب رسول اللہؐ کو مسجد کی تعمیر کا خیال آیا۔ پاس ہی زمین کا ایک ٹکڑا تھا جس کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پاس سے ان بچوں کو زمین کی قیمت ادا کر دی اور سب نے مل کر اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجدِ نبویؐ ہے۔

جنگِ بدر

مکہ سے مسلمان اس لیے بھاگے تھے کہ مدینہ میں اطمینان کے ساتھ اللہ کا نام لیں، مگر دشمنوں نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور ایک بڑی فوج لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجبوراً سپہ سالاری کے فرائض ادا کرنے پڑے۔ بدر کے مقام پر یہ جنگ ہوئی۔ اس جنگ

میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی جاں بازی کے خوب ہی جوہر دکھائے۔ ایک مرتبہ آں حضرت سجدہ میں سر رکھے دُعا فرما رہے تھے کہ "اے اللہ! میری مدد کر۔ اپنا عہد پورا کر۔ کیا تو چاہتا ہے کہ زمین کی پشت پر تیرا نام لینے والا کوئی بھی باقی نہ رہے"۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ "آپ پریشان نہ ہوں۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے گا"۔ اس جنگ میں دشمنوں کے ستّر آدمی قید ہوئے۔ رسول اللہؐ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ آپؐ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکرؓ ہی کی رائے پسند آئی اور آپؐ نے اسی پر عمل کیا۔ چنانچہ تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

جنگِ اُحد

دشمن اگلے سال پھر مدینے پر حملہ آور ہوئے، اُحد کے میدان میں پہلے تو مسلمانوں کو کامیابی ہوئی مگر تیر اندازوں کی غلطی سے بعد کو مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ خود آں حضرت بھی اس میں زخمی ہو گئے۔ اس وقت جو صحابہ کرامؓ ثابت قدم رہے ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ ابوسفیان نے پہاڑی پر چڑھ کر سب سے پہلے رسولِ کریمؐ کو پکارا۔ جب اُدھر سے جواب نہ ملا تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پکارا۔

دشمن جب یہاں سے واپس چلے گئے تو دوسرے روز مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان تعاقب کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے اس کے بعد اور جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں آپ برابر شریک رہے۔

حدیبیہ کی صلح

زیارت کعبہ کے خیال سے آں حضرت ۶ھ میں چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قریش مزاحم ہوں گے، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ ہم صرف زیارت کی غرض سے جا رہے ہیں، اگر کوئی روکے گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور حدیبیہ میں ٹھہر گئے۔

گفتگوئے صلح کے لئے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا گیا۔ ان کے آنے میں دیر ہوئی تو یہ مشہور ہو گیا کہ کسی نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ اس پر وہ بیعت ہوئی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ قریش اس سے خوف زدہ ہو گئے اور صلح کے لئے عروہ بن مسعودؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ دوران گفتگو میں اس نے کہیں یہ کہہ دیا: "اے محمدؐ میں آپ کے ساتھ ایسے چہرے دیکھتا ہوں جو وقت پڑنے پر بھاگ جائیں گے" صحابہ کرام سُن کر طیش میں آ گئے، یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ بھی ناراض ہو کر کہنے لگے: "کیا ہم اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے"۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس جملے کے کہنے والے حضرت ابوبکرؓ ہیں تو اس نے کہا کہ "اگر آپ کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں نہایت سخت جواب دیتا"۔

آخر صلح ہو گئی، مگر جو شرائط طے ہوئے، حضرت عمرؓ ان سے خوش نہ تھے۔ وہ جوش میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ "کیا

ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں، پھر ہم کیوں دب کر صلح کریں"۔ حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا: "آں حضرتؐ اللہ کے رسول ہیں، آپ اس کی کبھی نافرمانی نہیں کر سکتے، وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا"۔

بقیہ غزوات

۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی تو اس کے سب سے پہلے سپہ سالار حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ بعد کو یہ عہدہ حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا۔ شعبان میں بنو کلاب کی مہم پر آپ مامور کئے گئے اور کامیاب واپس لوٹے۔ پھر بنو فزارہ کی تادیب کے لئے ایک مہم روانہ کی گئی تو اس میں بھی آپ شریک تھے۔

۸ھ میں مکہ والوں نے صلح کی خلاف ورزی کی تو انھیں سزا دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے فاتحانہ داخلہ کے وقت حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔

مکہ سے واپسی پر بنو ہوازن نے لڑائی کا اعلان کر دیا اس جنگ میں جو صحابہؓ کرام ثابت قدم رہے ان میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے، آگے بڑھے تو طائف کا محاصرہ کیا گیا جس میں آپ کے فرزند حضرت عبداللہ زخمی ہو گئے اور آخر اسی زخم کی وجہ سے آپ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں ان کی شہادت ہو گئی۔

۹ھ میں یہ خبر اڑی کہ قیصرِ روم مسلمانوں پر حملہ کرنے والا ہے۔ رسول اللہؐ نے اس جنگ کے لئے خاص طور پر صحابہ کرام کو جوش دلایا اور اللہ

کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت ابوبکر رض کے پاس جو کچھ تھا سب کا سب دربارِ رسالت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا "گھر میں کیا چھوڑا؟" تو عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول"۔

اسی سال رسول اللہ ص نے آپ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا اور فرمایا کہ اس اجتماع میں وہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، اسی زمانہ میں سورۂ براۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ ص نے آپ کی مدد کے لیے حضرت علی رض کو روانہ کیا۔

فراستِ صدیق رض

سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ ص نے حجۃ الوداع کیا۔ حضرت ابوبکر رض بھی آپ کے ساتھ تھے۔ واپسی پر آں حضرت ص نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا اور آخرت میں سے ایک کو پسند کرلے، لیکن اس نے آخرت کو ترجیح دی۔ حضرت ابوبکر رض یہ سن کر رونے لگے تو صحابۂ کرام کو اس پر تعجب ہوا، مگر انھیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رض کا رونا بالکل صحیح تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر کے بعد بیمار ہو گئے اور جب مسجد میں تشریف لانے سے معذور ہو گئے تو آپ نے حضرت ابوبکر رض کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ رض کو خیال ہوا کہ لوگ اس پر حسد کریں گے، اس لیے انھوں نے حضرت حفصہ رض کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دربارِ رسالت میں یہ عرض کریں کہ ابوبکر رض نرم دل ہونے کی وجہ سے امامت کے لیے

موزوں نہیں، آپ حضرت عمرؓ کو اس منصب پر مامور فرمائیں مگر آپ نے فرمایا کہ "اللہ صرف ابوبکرؓ ہی کی امامت سے راضی ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ آپ کی بیماری میں نماز پڑھاتے رہے۔ کچھ دنوں بعد آپ کو مرض سے کچھ افاقہ ہوا تو حضرت ابوبکرؓ اجازت لے کر مقام سنخ کو چلے گئے، جہاں ان کی بیوی خارجہ بنت زہیر رہتی تھیں۔ وہاں سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم قدس کو سدھار چکے تھے اور مسجد کے دروازے پر ایک ہنگامہ بپا تھا۔ آپ کسی سے کچھ نہ بولے سیدھے حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں داخل ہوئے۔ رسول اللہ کے نورانی چہرہ کو بے نقاب کر کے جبین مبارک کو بوسہ دیا اور رو کر کہا "جو موت آپ کے لئے مقرر ہو چکی تھی۔ آپ اس کا مزہ چکھ چکے، اب اس کے بعد آپ پر کوئی دوسری موت نہیں آئے گی۔" باہر آئے تو دیکھا حضرت عمرؓ تقریر کر رہے ہیں۔ آپ نے انھیں بٹھانا چاہا مگر انھوں نے وارفتگی میں کچھ خیال نہ کیا۔ آپ نے الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اس پر سب کے سب آپ کی طرف جھک پڑے۔ آپ نے فرمایا "جو لوگ محمدؐ کی پرستش کر رہے تھے انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کی وفات ہو گئی اور اگر وہ اللہ کو پوجتے تھے تو وہ زندہ ہے، وہ کبھی نہ مرے گا۔"

خلافت

از ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ تا ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ

سقیفہ بنی ساعدہ

مدینہ کے انصار اوس و خزرج میں تقسیم تھے، خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہؓ تھے جن کا مکان مدینہ کے بازار کے قریب تھا۔ اس کے پاس بیٹھنے کے لئے ایک سائبان بنا ہوا تھا جس کا نام سقیفہ بنی ساعدہ تھا۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہوا تو منافقین نے فتنۂ خلافت کھڑا کر دیا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اس پر بحث شروع کر دی۔ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق دارِ خلافت سمجھتے تھے اور ان کا رجحان حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کی طرف تھا حضرت سعدؓ نے انصار کی خوبیاں اور رتبے بیان کر کے کہا کہ "خلافتِ رسول تمہارا حق ہے، تم اس میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرو۔"

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مہاجرین کو بھی اس کی اطلاع مل گئی اسی وقت حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ وہاں آ گئے اور بات چیت شروع ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے تمام امور کو پیش نظر رکھ کر فرمایا: "امراء مہاجرین میں سے ہوں اور وزیر انصار میں سے۔ اس میں شک نہیں کہ انصار بہت سے

مکارم وفضائل کے مالک ہیں، لیکن عرب قریش کے سوا کسی اور کے آگے جھکنے کو تیار نہیں۔ مہاجرین کو آپ سے اسلام میں تقدم حاصل ہے اور پھر وہ نسباً بھی آں حضرتؐ سے زیادہ قریب ہیں۔ یہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور عمر بن الخطابؓ ہیں، ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔"

یہ تقریر ختم ہی ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، اس لئے کہ آپ ہم سے بہتر ہیں، رسول اللہؐ بھی آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔" اس مجمع میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر اور کوئی معزز و محترم نہ تھا اس لئے بلا چون وچرا سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پہلی تقریر

دوسرے روز مسجد میں عام بیعت ہوئی اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر حسب ذیل تقریر کی۔

"لوگو! اللہ کی قسم میں امارت کا آرزومند نہ تھا، میں نے کھلم کھلا اور چھپ کر کبھی بھی اللہ سے اس کی دعا نہیں کی اور نہ مجھے اس کا شوق تھا مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے، اس بنا پر یہ بوجھ اٹھانے کو آمادہ ہو گیا ہوں۔ میرے لئے اس میں کوئی راحت نہیں بلکہ اتنا بڑا بوجھ مجھ پر ڈال دیا گیا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اور اللہ کی نصرت و یاوری کے بغیر میں اسے پورا نہیں کر سکتا۔ کاش اس جگہ پر کوئی دوسرا شخص ہوتا جو مجھ سے زیادہ اس بوجھ کے اٹھانے کی قابلیت رکھتا۔

"میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو اصلاح کر دینا، سچائی امانت ہے اور جھوٹ بد دیانتی۔ انشاءاللہ تمہارا کمزور بھی میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں اور تمہارا قوی آدمی بھی میرے نزدیک کمزور ہے۔ جب تک اس سے حق نہ لے لوں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے، اللہ اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے! اور جن لوگوں میں بدکاری عام ہو جاتی ہے، ان پر بلا بھی عام ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں نافرمانی کروں تو اس وقت میری اطاعت تم پر لازم نہیں۔"

ظہور فسادات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہوتے ہی سب طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی جماعت بنانی شروع کر دی۔ ایک طرف لوگ اسلام سے منحرف ہو گئے تھے اور اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر چکے تھے۔ ایک گروہ مسلمانوں کا تھا جو نماز روزہ کا پابند تھا مگر زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا تھا۔

ان مشکلات و موانع کے دوران میں آپ کی خلافت کا اعلان ہوا، رسول اللہؐ نے اپنی وفات سے قبل حضرت اسامہؓ بن زید کو ایک فوج کا سردار بنا کر شام پر حملہ کرنے پر مامور کیا تھا تاکہ جنگ موتہ میں جو حضرت زیدؓ

بن حارثہ شہید ہوئے ہیں ان کا انتقام لیا جائے، لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ آں حضرتؐ بیمار ہو گئے، اس لئے اس لشکر کی روانگی رک گئی۔ آپ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ نے ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ فی الحال اس فوج کی روانگی ملتوی کر دیں۔ اس لئے کہ ہر طرف فتنہ نے سر اٹھایا ہے اور اس لشکر میں مسلمانوں کے چیدہ چیدہ افراد شامل ہیں، فتنہ دب جائے تو اسے روانہ کر دیجئے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا اور فرمایا "قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں جان لوں کہ درندے مجھے پھاڑ کھائیں گے پھر بھی اس لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہیں رہوں گا۔"

لشکر کی روانگی

حضرت اسامہؓ زید بن حارثہ کے بیٹے تھے جو آں حضرتؐ کے غلام تھے اس وقت ان کی عمر کل سترہ سال کی تھی انصار نے حضرت عمرؓ کی معرفت حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ کو لشکر بھیجنا ہی ہے تو کسی سن رسیدہ شریف النسل کو اس کا امیر مقرر فرما دیجئے۔ آپ یہ سن کر غصہ سے بے تاب ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا کہ "رسولؐ نے تو اسامہؓ کو سردار مقرر کیا ہے اور میں اسے برطرف کر دوں؟"

آخر لشکر روانہ ہوا۔ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور خلیفہ ان کے ساتھ پیدل چل رہا تھا، اسامہؓ نے کہا "یا تو آپ سوار ہوں، ورنہ

مجھے اُترنے کی اجازت دیں۔" آپ نے فرمایا: "نہ میں خود سوار ہوں گا اور نہ تمہیں پیادہ ہونے کی اجازت دوں گا۔" اسی فوج میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے ان کا مدینہ میں رہنا ضروری تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ سے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو میری امداد کے لئے عمرؓ کو یہاں چھوڑ دو، حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔ رخصت ہوتے وقت آپ نے فرمایا:۔

"لوگو، ٹھیرو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، اسے یاد رکھنا۔ خیانت سے بچنا۔ مال نہ چھپانا، بے وفائی سے پرہیز کرنا، مثلہ نہ کرنا، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا، کھانے کے سوا اور کسی کام کے لئے جانوروں کو ذبح نہ کرنا، تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو خانقاہوں میں عبادت کے لئے بیٹھے ہوں گے، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان لوگوں پر بھی گزرو گے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں لائیں گے ان میں سے تمہیں کھانا ہو تو اللہ کا نام لے کر کھا لینا۔ تمہارا گزر ایسے لوگوں پر بھی ہوگا جن کے سروں میں شیطان نے گھونسلا بنا رکھا ہوگا۔ ان کو تلوار سے کاٹ ڈالنا۔ اب اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ، اللہ تم کو دشمنوں کے نیزوں اور تلواروں سے بچائے۔"

یکم ربیع الثانی ۱۱ھ کو یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہو کر حدودِ شلم میں پہنچا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتقام لے کر چالیس روز کے بعد منظفر و منصور واپس آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔

آں حضرتؐ کی زندگی میں جھوٹے نبی پیدا ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب نے ۱۰ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور بھی جھوٹے نبی پیدا ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

طلحہ بن خویلد

یہ قبیلہ بنو اسد کا سردار تھا۔ دعوائے نبوت میں اس کا قبیلہ بھی اس کی اعانت پر تھا۔ بنو طے بھی اس کے ساتھ تھے، قبیلہ غطفان جس کا سردار عیینہ بن حصن فزاری تھا چند مخصوص افراد کے سوا اس کا ہم نوا تھا حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدیؓ اس وقت مدینہ ہی میں تھے، حضرت ابوبکرؓ سے اجازت لے کر وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور سمجھا کر انہیں اسلام پر لے آئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ ۱۱ھ میں ثابت بن قیسؓ انصاری کے ساتھ مہاجرین و انصار کی جمعیۃ لے کر مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے، بنو طے تو پہلے ہی حضرت عدیؓ بن حاتم کی سعی و کوشش سے راہِ راست پر آ گئے تھے۔ قبیلہ جدیلہ بھی ان کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہو گیا، ان دونوں قبیلوں سے حضرت خالدؓ کو ایک ہزار آزمودہ کار سپاہی ہاتھ آئے۔ یہ تمام فوج بزاخہ میں خیمہ زن ہوئی اور طلحہ کو شکست دی جو بھاگ کر شام چلا گیا اور پھر ذلت و رسوائی کے بعد مسلمان ہو گیا۔

مُسیلمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں یمامہ کا قبیلہ بنو حنیفہ

مسلمان ہوچکا تھا جب اس کے سردار مسیلمہ بن حبیب نے آپؐ کی علالت کی خبر سنی تو نبوت کا دعویٰ کر دیا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت شرجیلؓ بن حسنہ اور حضرت عکرمہ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب دونوں فوجیں جمع ہو جائیں اس وقت بنو حنیفہ سے جنگ کی جائے۔ حضرت عکرمہ نے اس خیال سے کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر بندھے، اپنی فوج سے حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔

حضرت ابوبکرؓ نے شکست کا حال سُنا تو بہت برہم ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس مہم پر روانہ کیا۔ مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار کے قریب تھی دونوں میں ہولناک جنگ ہوئی، صحابہ کرامؓ نے اس جوش وخروش کے ساتھ حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ وحشی کے ہاتھ سے مسیلمہ مارا گیا۔ بنو حنیفہ کو بُری طرح شکست ہوئی سب کے سب بھاگ کر قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ آخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ ان کا نقد مال اور ہتھیار ضبط کر لئے جائیں اور لڑنے والوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اس جنگ میں بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی شہید ہوئی جن میں بہت سے حفاظ بھی تھے۔

سجاح

مرد تو ایک طرف عورتوں کو بھی اس کا جنون ہو گیا تھا، چنانچہ بنو یربوع کی شاخ بنی تغلب میں سے ایک عورت سجاح بنت حارث تیمہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اشعیب بن قیس اس کا خاص داعی

تھا، بنو تغلب کے نصارٰی نے اس کا ساتھ دیا۔ اس نے اپنی قوت مضبوط کرنے کے خیال سے مسیلمہ سے شادی کرلی، مگر جب وہ مارا گیا تو یہ بھاگ کر بصرہ چلی گئی اور کچھ دنوں کے بعد مرگئی۔

اسود عنسی

رسول اللہ کی وفات سے قبل ہی اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ یمن کے دیہاتی اور قبیلہ مذحج کے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اسود کو اپنے امیر فوج قیس بن عبید بن غوث مرادی پر شبہ ہو گیا۔ جب قیس کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو اس نے اسود کے قتل کی سازش کی۔ اس سازش میں اسود کی بیوی بھی شامل تھی۔ آخر قیس بن مکشوح اور فیروز نے رات کے وقت اسود کو نشہ کی حالت میں قتل کر ڈالا اور جب صبح ہوئی تو اس کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ صفا کے لوگوں نے ان تمام واقعات کی اطلاع مدینہ بھیج دی۔ قاصد جس صبح مدینہ پہنچا، اسی کی شام کو رسول اکرمؐ کا انتقال ہو گیا۔

فتنہ

بہت سے صحرا نشین قبائل اگرچہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر ان کے دلوں میں اس نے جگہ نہیں پکڑی تھی، جب انھیں آں حضرت کی وفات کی خبر ملی تو انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب ہم اسلامی فرائض سے بالکل آزاد ہیں، اس لئے بہت سے سردارانِ عرب باغی ہو گئے اور ہر ایک نے اپنے حلقہ میں آزادی کا اعلان کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جب مدعیانِ نبوت سے فارغ ہو گئے تو ان مرتدوں کی طرف متوجہ ہوئے، چنانچہ آپ نے علاء بن محصن کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کرا کے سرزمینِ عمان کو پاک و صاف کر دیا اور زیاد بن لبید نے ملوک کندہ کی سرکوبی کی۔

منکرین زکوٰۃ

اسلام لانے کے بعد بدوی قبائل کے لئے جو چیز سب سے زیادہ گراں تھی وہ زکوٰۃ کا ادا کرنا تھا۔ وہ تمام ارکانِ اسلام کے پابند تھے، مگر ان کا مدعا یہ تھا کہ زکوٰۃ سے انھیں مستثنیٰ کر دیا جائے، وہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، اس لئے جب ان لوگوں نے مدینہ میں آکر حضرت ابوبکرؓ سے یہ درخواست کی تو بڑے بڑے صحابہ نے انھیں یہی مشورہ دیا کہ مصلحتِ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے۔ حضرت عمر رضؓ کی بھی یہی رائے تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا "جاہلیت میں تو اس قدر جبار تھے اور اسلام میں یہاں تک خوار ہو گئے، وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور دین کامل ہو گیا۔ کیا میری زندگی میں اس میں کمی ہو سکتی ہے؟ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو آں حضرتؐ کو دیا جاتا تھا کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف ضرور لڑوں گا۔"

حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں "یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ ابوبکرؓ کے دل کو اللہ نے جہاد کے لئے کھول دیا ہے۔" چنانچہ قبائل کے ایلچی ناکام واپس گئے

اور جب جیش اسامہ رضؓ آگیا تو آپ خود صحابہ کی فوج لے کر ان منکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے نکلے۔ مقام ابرق میں بنو عبس کو مغلوب کیا، پھر بنو ذبیان کو شکست دے کر واپس مدینہ آگئے۔ یہاں سے جیش اسامہ رضؓ کو لے کر مقام ذوالقصّہ میں قیام فرمایا اور وہاں گیارہ جھنڈے گیارہ امیروں کو دے کر فوج کے دستے ان میں تقسیم کر دیئے۔

صدیق اکبر رضؓ کے اس تشدد اور عزم راسخ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ہی سال کے اندر تمام فتنے فرو ہو گئے اور انھیں اطمینانِ قلب کے ساتھ دوسرے امور کی طرف اپنی توجہ منعطف کرنے کا موقع ملا۔

جمع قرآن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تدریجاً قرآن نازل ہوتا رہا اور آپ کی نگرانی میں آیتیں اور صورتیں مرتب ہوتی رہیں، مگر سب کی سب ایک ترتیب کے ساتھ یکجا نہ تھیں، بلکہ صحابہ کرام رضؓ ان کو کھجور کی شاخوں، ہڈیوں، چمڑے اور پتھر کی تختیوں پر لکھ لیتے، جب مرتدین اسلام و مدعیان نبوت سے لڑائیاں ہوئیں اور ان میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضؓ کو اندیشہ ہوا کہ اگر صحابہ کی شہادت کا یہ سلسلہ جاری رہا تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔

جنگِ یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے تھے، اس لئے حضرت عمر رضؓ نے حضرت ابو بکر رضؓ کو جمع قرآن کی طرف توجہ دلائی مگر انھوں نے ایسا کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ خود رسولِ اکرم صؐ نے یہ کام اپنی زندگی میں نہیں

کیا تھا۔ مگر حضرت عمر رض برابر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رض اس کی مصلحت کو سمجھ گئے اور انھوں نے حضرت زید بن ثابت رض کاتب وحی کو اس کے لئے حکم دیا، حضرت زید رض نے کوشش کرکے پورے حزم و احتیاط کے ساتھ ان متفرق اجزا کو ایک کتاب کی شکل میں یک جا کردیا۔

یہ نسخہ حضرت ابوبکر رض کے خزانہ میں محفوظ رہا۔ پھر حضرت عمر رض کے قبضہ میں رہا۔ انھوں نے حضرت حفصہ رض کے حوالے کرکے یہ وصیت کردی کہ اس سے صرف نقل و تصحیح کا کام لیا جاسکتا ہے، کسی کو دینے کی اجازت نہیں۔ حضرت عثمان رض نے اس نسخہ کی نقلیں لے کر تمام مملکت میں تقسیم کردیں مگر نسخہ حضرت حفصہ رض ہی کے قبضے میں رہا، یہاں تک کہ مروان حاکم مدینہ نے ان سے لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر ان کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رض سے لے کر اسے ضائع کردیا گیا۔

فتوحات

ایران

جزیرہ نمائے عرب کے باشندے صحرائی زندگی پر قانع تھے۔ ان کی باہمی خانہ جنگی نے ان کی قوت کو فنا کر دیا تھا اور اس لئے ہمیشہ اپنی ہمسایہ قوموں کے غلام رہتے تھے۔ عرب کی سرحد پر دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتیں تھیں ایک ایران اور دوسری شام۔ ان دونوں سلطنتوں کی برابر یہ کوشش رہی کہ عرب کے جنگ جو قبائل ہمیشہ ان کے مطیع اور فرمانبردار رہیں۔

اس مقصد کے حصول میں ایرانی حکومت نے سب سے زیادہ کوششیں کی تھیں، بڑی بڑی فوجیں بھیجی جاتی تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ شاپور بن اردشیر کے زمانہ میں حجاز اور یمن اس کے باج گزار بن گئے تھے۔ ایسے ہی سابور ذی الاکتاف حجاز اور یمن فتح کرتا ہوا مدینہ منورہ تک پہنچ گیا تھا۔ سابور عربوں کا نہایت ہی شدید دشمن تھا۔ جب اشراف و رؤسائے عرب گرفتار ہو کر اس کے دربار میں پیش کئے جاتے تو یہ ان کے شانے اکھڑوا ڈالتا، اسی لئے اس کا نام ذی الاکتاف پڑ گیا تھا۔

حکومت ایران کا پایہ تخت مدائن تھا جو واسط اور بغداد کے درمیان دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا۔ ساسانی حکومت کی بنیاد اردشیر بابکان نے ڈالی تھی اور اپنا لقب شاہنشاہ مقرر کیا تھا۔ اس خاندان کا ایک بادشاہ پرویز تھا، جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنا نامۂ مبارک بھیجا تھا کہ وہ اسلام قبول کرے۔ اس نے غصّہ میں آکر خط کو چاک کر دیا اور حاکمِ یمن کو لکھا کہ وہ آپ کو گرفتار کرکے اس کے پاس بھیج دے۔

پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا مگر آٹھ ماہ بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ فنا ہوگیا۔ اب اس کا کم سن بچہ تخت پر بیٹھا جس کو ایرانی فوج کے سپہ سالار شہر براز نے قتل کر دیا اور تاجِ خسروی اپنے سر پر رکھ لیا مگر ارکانِ سلطنت نے متفق ہوکر اس کو مار ڈالا اور شیرویہ کی بہن پوران دخت کو تخت پر بٹھا دیا جو سوا سال تک رہی۔ اس کا زمانہ آں حضرتؐ کی زندگی کا آخری وقت تھا۔ اس کے بعد جواں شیر اور پھر پرویز کی دوسری بیٹی آزرمی دخت تخت پر متمکن ہوئی۔ سب سے آخر شہریار کا بیٹا یزدگرد بادشاہ بنا جس کے زمانے میں تمام ایران پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

پیش قدمی

اگرچہ ایرانی اہلِ عرب کو برابر دباتے رہتے تھے، مگر یہ لوگ دبنے والے نہ تھے۔ انھیں جب موقع ملتا، بغاوت برپا کر دیتے۔ عراق میں کئی مرتبہ عربوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں، مگر شاہانِ عجم نے انھیں کبھی آزاد نہ رہنے دیا۔ آں حضرت کے زمانۂ حیات تک عرب و ایران کی یہ چپقلش برابر جاری تھی۔ جنگ ذی قار میں عربوں نے ایران کو شکست دی تو رسول اللہؐ نے فرمایا: "آج عرب نے ایران سے بدلہ لیا ہے۔"

ان واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ عربوں کو اپنے ہمسایہ ایرانیوں سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا، اس بنا پر جب خلیفۂ اوّل کو اندرونی خلفشار سے نجات ملی انھوں نے فوراً اپنی توجہ ایران کی طرف مبذول کی۔

ان دنوں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور یہ حکومت اپنی گذشتہ شان و شوکت کھو چکی تھی اس سے عربی قبائل نے فائدہ اٹھایا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے حیرہ و ابلہ کے گرد و نواح میں غارت گری شروع کر دی۔ مثنیٰ مسلمان تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ تنہا اتنی بڑی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر فوج کشی کی اجازت طلب کی اور اپنا قبیلہ لے کر ایران میں گھس گئے۔

ذات السلاسل

حضرت ابوبکر رضؓ نے اپنے سپہ سالارِ اعظم حضرت خالد بن ولید رضؓ کو حکم دیا کہ جو مسلمان فتنۂ ارتداد سے محفوظ رہے ہیں، انھیں اپنے ساتھ لے کر ایران پر حملہ آور ہوں۔ یمامہ میں آپ کو یہ فرمان وصول ہوا، آپ نے اسی وقت سرحد عراق کے گورنر ہرمز کو لکھا "ایرانیو! اپنی عادت سے باز آجاؤ۔ ورنہ تمھیں ایک ایسی قوم سے جنگ کرنی پڑے گی جو اس قدر موت کی آرزومند ہے جس قدر تم اپنی زندگی کے خواہاں ہو" ہرمز نے اس خط کو تو ایران بھیج دیا اور خود فوجیں لے کر کواظم کی طرف بڑھا مگر وہاں جلتے ہی مارا گیا، اور ایرانی شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اس لڑائی کا دوسرا نام ذات السلاسل بھی ہے۔ اس لئے کہ ایرانی

سپاہیوں کے ایک گروہ نے اپنے کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ جب اس فتح و کامرانی کی بشارت حضرت ابوبکرؓ کو ملی تو آپ بے حد خوش ہوئے اور ہرمز کا تاج جو ایک لاکھ درہم کا تھا، حضرت خالدؓ کو بخش دیا۔

شہنشاہ ایران کے پاس جب ہرمز کا خط پہنچا تو اس نے قارن کے ماتحت اس کی امداد کے لئے فوج روانہ کی، مگر اسے راستے ہی میں ہرمز کے مارے جانے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے مدار میں ڈیرے ڈال دیئے حضرت خالدؓ نے اس فوج کو زبردست شکست دی۔ سپہ سالار مارا گیا۔ تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور باقی کشتیوں پر سوار ہو کر ندی سے پار ہو گئے۔

اس ذلت آمیز شکست کی خبر سن کر ایران سے دو اور فوجیں روانہ کی گئیں۔ (ایک اندرزگر کے ماتحت اور دوسری بہمن جادویہ کے زیر امارت جس میں نصارائے عرب بھی شریک تھے) اور مقام دلجہ میں ٹھہر گئیں حضرت خالدؓ نے ان فوجوں پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ ایک طرف سے خود بڑھے جب لڑائی ذرا تیز ہو گئی تو دوسرے اور تیسرے دستے نے یکے بعد دیگرے ہلہ بول دیا۔ ایرانی خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔

حیرہ کا محاصرہ

گذشتہ جنگ میں عیسائی عربوں نے ایرانیوں کی مدد کی تھی، اور ان میں بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اب ان کے ہم قوم نصاریٰ جوش میں بہمن جادویہ سے مل گئے جو انبار کے قریب الیس میں

ٹھیرا ہوا تھا حضرت خالدرضؓ نے آتے ہی اس شدت سے ان پر حملہ کیا کہ فوج کا بڑا حصہ قتل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خالدرضؓ نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ فرزندانِ اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو صلح کی درخواست کی۔ آپ نے ایک لاکھ نوّے ہزار درہم پر صلح کر لی اور ان کے تحائف اور ہدایا کو بھی جزیہ میں شامل کر لیا۔

حضرت خالدرضؓ کے عدل و انصاف اور حسنِ عمل کی شہرت دور تک پہنچ گئی تھی، دوسرے لوگوں نے بھی آپ سے صلح کی درخواست کی۔ فلالیج سے ہرمزجرد تک کے رئیسوں نے بیس لاکھ درہم پر صلح کر لی۔ حضرت خالدرضؓ نے حیرہ سے شاہِ ایران کو خط لکھا کہ وہ اسلام قبول کر لے اس وقت ایرانیوں کا نظام نہایت مختل تھا۔ تخت کے بہت سے دعویدار تھے، مگر اس خط کو دیکھتے ہی ان لوگوں نے اپنے اختلافات مٹا کر فرخ زاد کو بادشاہ بنا لیا۔

شمالی عراق

جب جنوبی عراق سے فراغت ہو گئی تو حیرہ پر قعقاع بن عمرو کو اپنا قائم مقام بنا کر حضرت خالدرضؓ شمالی عراق کی طرف عیاض بن غنم کی امداد کو روانہ ہو گئے اور جب انبار کے لوگ قلعہ بند ہو گئے تو ان کا محاصرہ کیا، آخر انھوں نے تنگ آ کر صلح کر لی۔ اور درخواست کی: "ہم قلعہ اور تمام مال و متاع آپ کے حوالے کرتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ہم تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جائیں گے"۔ آپ کی شرط منظور کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آس پاس

کے رؤساء نے بھی جزیہ پر صلح کرلی۔ آپ نے زبرقان بن بدر کو اپنا جانشین بنایا اور خود عین التمر کی طرف بڑھے، جہاں مہربان بن بہرام اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ نصارائے عرب اس کے ساتھ تھے۔ یہاں بھی فتح و نصرت حضرت خالدؓ کے ہم رکاب تھی۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا۔

یہاں حضرت خالدؓ کو عیاض بن غنم کا خط ملا جسے دیکھتے ہی آپ دومتہ الجندل پہنچ گئے۔ ایک طرف تو عیاض اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، اب دوسری طرف سے حضرت خالدؓ نے محاصرہ کرلیا وہاں کے رئیس اکیدر بن عبدالملک نے لوگوں کو سمجھایا کہ خالدؓ سے مقابلہ نہ کرو، مگر وہ نہ مانے۔ آخر شکست کھائی اور بنی کلب کے سوا سب قتل کردیئے گئے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے حیرہ میں اقامت کی اور آپ کے فوجی دستوں نے حصید اور خنافس میں ایرانی فوجوں کو شکست دی۔ اور خود آپ نے مصیخ کی طرف بڑھ کر ان عربی قبائل کو ایک ہولناک جنگ کے بعد شکست دی جو مسلمانوں سے لڑنے کو جمع ہوگئے تھے۔

شام

ایران کے بعد دنیا کی دوسری بڑی سلطنت روم تھی، اس کا پایۂ تخت رومتہ الکبریٰ تھا۔ شام، مصر اور حبش تمام مشرقی ممالک اس کے ماتحت تھے۔ کچھ مدت بعد اس سلطنت کے دو ٹکڑے ہوگئے مغربی حصہ کا دارالحکومت بدستور رومتہ الکبریٰ ہی رہا اور مشرقی حصّہ کا

قسطنطنیہ قرار پایا۔ ہرقل والیٔ افریقیہ تھا، اس نے اپنے قیصر فوقا سے بغاوت
کی اور خود ۶۱۰ء سے ۶۴۱ء تک تخت پر متمکن رہا۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ۶ ہجری میں حضرت دحیہ کلبی کے ہاتھ اپنا نامۂ مبارک
بھیجا تھا۔

ایرانیوں اور رومیوں میں بھی مستقل نزاع قائم تھی۔ شام و عراق
میں دونوں ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ قیصر فوقا اور نوشیرواں
کی جنگ ابتدائے اسلام میں ہوئی تھی، جس میں رومیوں کو سخت شکست
ہوئی، ان سے صلیب مقدس چھین لی گئی، فلسطین کو تباہ و برباد کر دیا
گیا۔ اور مصر و اسکندریہ تک ایرانیوں نے فتح کر لیا۔

ایران و روم برابر آپس میں لڑتے رہے تاآنکہ ۶۲۸ء میں دونوں
کی صلح ہو گئی۔ تمام عیسائی قیدی رہا کر دیئے گئے، صلیب مقدس بھی
ہرقل کے حوالے کر دی گئی جس کی خوشی میں اس نے ۶۲۹ء میں
بیت المقدس کا سفر کیا تھا اور ابھی یہیں تھا کہ اس کو رسول اللہ
کا نامۂ مبارک ملا۔

سفراء کا قتل

عربوں کے تعلقات رومیوں کے ساتھ بہت پہلے سے تھے بہت
سے عربی قبائل شام کے سرحدی اضلاع میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور عیسائی
بن کر بڑی بڑی ریاستیں قائم کر لی تھیں جب رسول اللہ کا ظہور ہوا
اور عرب مشرکین نے آپ کی مخالفت کی تو حدودِ شام کے عرب عیسائی وغیرہ

نے بھی اس دشمنی میں حصہ لیا۔ جب حضرت وحیہ کلبی سفارت کے فرائض انجام دے کر واپس آرہے تھے تو شامی عربوں نے ان کا مال واسباب لوٹ لیا ایسے ہی رسول اللہؐ کے قاصد حضرت حارث رضؓ بن عمر کو بصرہ کے حاکم شرجیل نے قتل کرادیا۔ ۹ھ میں معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہونے والا ہے تو اس کی روک تھام کے لئے خود آں حضرت تیس ہزار جاں باز صحابہ کے ساتھ تبوک پہنچ گئے۔ دشمن ان تیاریوں کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا، اور مقابلہ کے لئے نہ نکلا۔

مگر باوجود ان باتوں کے مسلمانوں کو برابر اس بات کا ڈر رہتا تھا کہ شامی عرب اور رومی مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے، اس لئے ۱۱ھ میں آں حضرت نے ایک لشکر تیار کیا تھا، جس کے سردار حضرت اسامہ رضؓ مقرر کئے گئے تھے۔ ان کے والد حضرت زید رضؓ جنگ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔ یہ لشکر ذات اقدسؐ کی علالت کی بنا پر رک گیا تھا، جس کو حضرت ابوبکر رضؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں روانہ کیا۔

فوجوں کی روانگی

اگرچہ حضرت ابوبکر رضؓ نے اسامہ رضؓ کو سرحد شام کی طرف روانہ کر دیا تھا مگر پھر بھی انھیں کھٹکا لگا رہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن عیسائی اور رومی مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے آپ نے ۱۲ھ کے آخر میں صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کر کے کئی طرف سے شام پر حملہ کرنے

کا انتظام کیا اور حسب ذیل صحابہ رضؓ کو ان فوجوں کا امیر مقرر کیا۔

یزید بن ابی سفیان رضؓ۔ دمشق پر حملہ آور ہوں
ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ، حمص پر حملہ آور ہوں
شرجیل بن حسنہ رضؓ، اردن پر حملہ آور ہوں
عمرو بن العاص رضؓ، فلسطین پر حملہ آور ہوں

ان تمام فوجوں کی مجموعی تعداد ۲۴ ہزار تھی جب ہرقل کو ان فوجوں کی روانگی کی اطلاع ملی جو اس وقت حمص میں مقیم تھا تو اس نے کوشش کر کے ہر طرف مختلف جتھے روانہ کر دیئے تاکہ اسلامی افواج ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکیں۔

یہ دیکھ کر مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا، آخر حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی رائے پر فیصلہ کیا گیا کہ سب کے سب ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ کو اس سے مطلع کر دیا اور ساتھ ہی دشمن کے غیر معمولی اجتماع کی بھی خبر دے دی۔ صدیق اکبر رضؓ نے ان کی رائے کو پسند کیا اور حکم دیا کہ سب لوگ یرموک میں جمع ہو جائیں۔ ہر امیر اپنی اپنی فوج کو نماز پڑھائے ادھر آپ نے حضرت خالد رضؓ بن ولید رضؓ کو لکھا کہ وہ عراق میں مثنی رضؓ بن حارثہ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود شام چلے آئیں۔ اس خط کے ملتے ہی آپ دس ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

نئی ترتیب

اسلامی لشکر تک پہنچنے کے لئے حضرت خالد رضؓ کو کئی لڑائیاں

لڑنی پڑیں۔ وہاں پہنچ کر آپ نے اسلامی فوج کے امراء کو ترتیب اور نظام کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ ہم سب ایک امیر کے ماتحت ہو کر لڑیں۔ روزانہ نیا امیر ہو، آج کے دن تم مجھے اپنا امیر بنا دو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا تو آپ نے اپنی تمام فوج کو ۳۸ دستوں میں تقسیم کر دیا۔ اٹھارہ دستے قلب میں رکھے اور ان کا امیر ابو عبیدہؓ کو بنایا۔ عمرو بن العاصؓ اور شرجیلؓ کے ماتحت دس دستوں کو میمنہ پر مقرر کیا اور دس میسرہ پر جن کے سردار یزیدؓ بن ابی سفیان تھے، ابو سفیان، نقیب، ابو درداء، قاضی اور مقداد قاری مقرر کیے گئے۔

رومی لشکر نے بھی بہترین طریق پر صف آرائی کی۔ حضرت خالدؓ نے عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو دشمن پر تیر اندازی کا حکم دیا۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا۔ حضرت خالدؓ خود قلب کے آگے تھے، یہاں تک کہ رومی سواروں اور پیادوں کے درمیان پہنچ گئے۔ ان کو شکست دی۔ وہ بھاگے تو مسلمانوں نے انھیں بھاگنے کا موقع دیا۔ پھر یکبارگی ان پر حملہ کر کے انھیں پیچھے ہٹا دیا۔ پشت پر پہاڑ تھا، رستہ نہ ملا تو بہت سے مارے گئے، صرف اس ایک لڑائی میں غنیم کے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی دریا میں غرق ہو گئے۔

لڑائی دن اور رات برابر جاری رہی، صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی سپہ سالار کے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے، مسلمان عورتیں بھی اپنا ایک دستہ الگ بنا کر رومیوں سے لڑی تھیں۔ مسلمانوں کی تمام فوج

کی تعداد چھیالیس ہزار تھی، ان میں سے صرف تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

حیرت انگیز ایثار

ہرقل کو جب اس شکست کی خبر ملی تو حمص سے روانہ ہو گیا۔ اور کہا "اے ملکِ شام تجھ کو میرا آخری سلام ہو" جنگ کے دوران میں رومیوں نے ایک عرب جاسوس بھیجا کہ وہ اسلامی فوج کے حالات معلوم کر کے آئے اس نے آکر کہا "وہ رات میں فرشتے اور دن میں دیو ہیں، اگر شاہزادہ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں اور زنا کرے تو سنگسار کرتے ہیں"

دورانِ جنگ میں مدینہ سے قاصد خط لایا، جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی وفات، حضرت عمر رضؓ کی خلافت، خالد رضؓ کی معزولی اور ابوعبیدہ رضؓ کے سپہ سالارِ عام ہونے کا ذکر تھا۔ حضرت خالد رضؓ نے اس خط کو مخفی طور پر ابوعبیدہ رضؓ کو دکھایا تاکہ فوج میں بددلی نہ پیدا ہو۔ فتح ہو گئی تو اس خط کا اعلان کر دیا اور ابوعبیدہ رضؓ کی امارت تسلیم کر لی۔

بیماری

حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت سوا دو سال رہی۔ اس زمانے میں متحدہ افواج نے بڑی فتوحات شام اور عراق میں حاصل کیں۔ ۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳ ہجری کے دن حضرت ابوبکر رضؓ نے سرد موسم میں غسل فرمایا، اس سے آپ بخار میں مبتلا ہو گئے جو پندرہ روز تک رہا۔ یہاں تک کہ مسجد جانے کے ناقابل ہو گئے۔ اس دوران میں حضرت عمر رضؓ

فرائض امامت ادا کرتے تھے۔ جب مرض بڑھ گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوگئی تو آپ نے صحابۂ کرام سے جانشینی کی بابت مشورہ کیا اور اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ ان کے اہل ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، مگر وہ کسی قدر سخت ہیں، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے، حضرت طلحہؓ عیادت کو آئے تو انھوں نے شکایت کی کہ آپ عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں؟ جب وہ آپ کے سامنے اس قدر سخت ہیں تو آپ کے بعد کیا کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو نرم ہو جائیں گے۔

صحابۂ کرام کو حضرت عمرؓ کے تشدد کی شکایت تھی اس لئے وہ انکار کرتے تھے۔ ایک صحابی نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ عمرؓ کی سختی سے واقف ہیں اور پھر انھیں اپنا جانشین بنا رہے ہیں، آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا، میں عرض کروں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے ایک شخص کو منتخب کیا جو ان سب سے اچھا تھا اسی طرح آپ ہر ایک کا اطمینان کرتے رہے۔

جانشینی

حضرت ابوبکرؓ پر جب رائے عام ظاہر ہوگئی تو آپ نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا۔ ابھی ابتدائی الفاظ ہی لکھے تھے کہ انھیں غش آگیا۔ حضرت عثمانؓ نے دیکھ کر حضرت عمرؓ

کا نام لکھ دیا، جب ہوش میں آئے تو حضرت عثمان رض سے پڑھنے کو کہا،
سُنا تو بے ساختہ بول اُٹھے "اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے میرے
دل کی بات لکھ دی۔" پھر اپنے غلام کو مجمع عام میں سنانے کا حکم دیا۔ اس کے
بعد آپ خود بالاخانے پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا۔ "میں نے
اپنے کسی عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا، بلکہ اس شخص کو منتخب کیا ہے جو لوگوں
میں سب سے بہتر ہے۔" سب نے اس حسن انتخاب پر سمعنا واطعنا
کہا۔ پھر آپ نے حضرت عمر رض کو بلا کر بہت سی نصیحتیں کیں۔

تجہیز و تکفین

اب تمام باتوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت عائشہ رض
سے فرمایا "بیت المال کا تمام قرض ادا کر دیا جائے۔ میرے پاس
مسلمانوں کے مال میں سے صرف ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں ہیں،
میرے مرتے ہی عمر رض کے پاس بھیج دی جائیں۔" آپ کی وفات کے
بعد جب آپ کے گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور
چیز وہاں موجود نہ تھی۔ کفن کے متعلق فرمایا "جو کپڑا میرے بدن
پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے دو کپڑوں کے ساتھ دفن کر دینا۔"
حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا ہے، فرمایا "میرے
لئے پھٹا پرانا ہی بس ہے۔ مُردوں کی نسبت زندوں کو نئے کپڑوں
کا زیادہ حق ہے۔"

آپ نے پوچھا کہ آج کون دن ہے، عرض کیا گیا دوشنبہ۔ دریافت

کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس روز عالمِ قدس کو تشریف لے گئے تھے؟
عرض کیا گیا اسی روز، فرمایا کہ میری بھی یہی آرزو ہے کہ آج ہی
رات میں بھی یہاں سے رحلت کر جاؤں چنانچہ دوشنبہ کا دن ختم
کر کے منگل کی شب کو ترسیٹھ سال کی عمر میں ۲۱ جمادی الثانی
۱۳ھ ہجری مطابق ۲۱ اگست ۶۳۴ء دو سال تین ماہ دس
روز خلافت کر کے ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ راجعون۔
رات ہی کے وقت تجہیز و تکفین کی گئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ
حضرت اسماء رضؓ بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، حضرت عمر فاروق رضؓ
نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ حضرت عثمان رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ،
حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن ابی بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے قبر میں اتارا
اور رسول پاکؐ کے دوشِ مبارک کے بالمقابل دفن کر دیئے
گئے اور ہمیشہ کے لئے جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

ذریعۂ معاش

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپ تجارت سے اپنی روزی کماتے
تھے، مگر جب خلافت کا بوجھ پڑ گیا تو چھ ماہ تک تجارت کرتے
رہے، جب صحابۂ کرام نے دیکھا کہ خلافت کے کاموں سے انھیں
فرصت نہیں مل سکتی تو آپس میں مشورہ کر کے روزانہ آدھ سیر بکری
کا گوشت اور ان کے اہل و عیال کے لئے کپڑے اور کھانے کا
انتظام کر دیا۔ آپ کو دو چادریں ملتیں، جب وہ پرانی ہو جاتیں

تو انہیں واپس کر کے نئی لے لیتے، سفر کے لئے سواری لیتے اور خلافت سے پہلے جو خرچ تھا اس کو بھی اپنی اور اپنے متعلقین کی عین ضرورت کے مطابق لیتے۔ ان تمام مصارف کی مجموعی قیمت چھ ہزار درہم یا ڈیڑھ ہزار روپے سالانہ ہوتی۔

جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری زمین کا فلاں ٹکڑا بیچ کر جس قدر رقم میں نے بیت المال سے وصول کی ہے واپس کر دی جائے۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ سن کر فرمایا، "ابو بکر رضؓ نے اپنے بعد کے آنے والے خلفا پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا۔"

آپ نہایت خاکسار اور متواضع تھے۔ کسی کام سے آپ کو عار نہ تھا۔ اپنی بھیڑ بکریاں بھی عموماً خود ہی چرا لیا کرتے اور محلہ والوں کی بکریاں دوھ دیا کرتے۔ جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو محلے کی ایک لڑکی نے کہا: "اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟" آپ نے سنا تو فرمایا، "میں"۔ مدینہ کے ایک گوشہ میں ایک کمزور نابینا عورت رہتی تھی۔ حضرت عمر رضؓ روزانہ صبح کو اس کی جھونپڑی میں اس کا کام کر دیا کرتے، کچھ دنوں کے بعد انہیں یہ محسوس ہوا کہ کوئی دوسرا شخص ان سے بھی پہلے آ کر اس کی ضرور، خدمات انجام دے جاتا ہے۔ اب آپ ایک روز کچھ رات رہے آ کر ایک طرف کو دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ خلیفہ اول تھے۔

آپ صحابہ کرام میں سب سے بڑے مقرّر اور خطیب تھے، آپ کی تقریر میں متانت، سنجیدگی اور وقار پایا جاتا ہے۔ آپ برجستہ ایسی عمدہ تقریر کرتے تھے، کہ بڑے بڑے بولنے والے حیران رہ جاتے تھے، سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف جب آپ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ جا رہے تھے تو راستہ میں حضرت عمرؓ نے تقریر کا مضمون تیار کر لیا تھا، مگر وہاں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے فی البدیہہ جو تقریر کی تو انھیں ماننا پڑا کہ وہ ان کی تیار کی ہوئی تقریر سے بہتر تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ہجرت سے پہلے

ابتدائی حالات

آپ کا نام عمرؓ، کنیت ابو حفص، لقب فاروق تھا، والد کا نام خطاب اور والدہ کا خنتمہ، آپ کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان زمانۂ جاہلیت میں نہایت ممتاز تھا۔ آپ کے جدِّ اعلیٰ عدی، عرب کے باہمی جھگڑوں میں پنچ مقرر ہوا کرتے تھے اور جب کبھی قریش کا کوئی ملکی معاملہ پیش آتا تو یہی سفیر بن کر جایا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ دونوں منصب آپ کے خاندان میں برابر چلے آرہے تھے۔

آپ کی والدہ ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھیں، ان کا خاندان بھی نہایت معزز تھا۔ جب قریش لڑائی کے لئے نکلتے تو فوج کا اہتمام مغیرہ کے سپرد ہوتا۔

سن رشد کو پہنچے تو ان کے والد نے اونٹ چرانے کی خدمت ان کے سپرد کی جو عرب کا قومی شعار تھا۔ ان کے والد نہایت سختی

سے ان کے ساتھ پیش آتے، دن بھر اونٹ چرانا ان کا کام تھا اور اگر ذرا
بیچ میں دم لیتے تو سزا ملتی جس میدان میں یہ خدمت انجام دینی پڑتی
اس کا نام ضجنان تھا جو مکہ کے قریب ہی تھا، زمانۂ خلافت میں آپ
کا ایک مرتبہ اُدھر سے گزر ہوا تو آپ اُسے دیکھ کر آب دیدہ ہوئے
اور فرمایا" ایک دن وہ تھا کہ میں نمدہ کا کرتہ پہنے اس میدان میں
اونٹ چرایا کرتا تھا، اگر ذرا تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے
پٹتا اور آج یہ دن ہے کہ اللہ کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں"۔

حضرت عمرؓ جوان ہوئے تو اس زمانے میں جو لوازمِ شرافت تھے
ان کے حاصل کرنے میں لگ گئے۔ نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور
خطابت میں کمال پیدا کیا، شہ سواری میں بہت زیادہ مہارت حاصل کی
اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ ان فنون سے فراغت کے
بعد تجارت کو انھوں نے ذریعۂ معاش بنایا۔ ان کی تجربہ کاری اور
غیر معمولی فہم و تدبر کی وجہ سے قریش نے عہدۂ سفارت ان کو تفویض
کر دیا۔

ظہورِ اسلام

حضرت عمرؓ جب ستائیس سال کے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی نبوّت کا اعلان کیا۔ آپ اس آوازِ توحید کو سخت ناپسند
کرتے تھے آپ کی کنیز لبینہ مسلمان ہوئیں تو انھیں اس قدر مارتے
کہ تھک جاتے اور ایک دفعہ تو خود آں حضرتؐ کے قتل کے ارادے سے

چلے، راستہ میں اطلاع ملی کہ بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سننا تھا کہ تن بدن میں آگ لگ گئی، سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ وہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں۔ انھیں دیکھ کر اوراق چھپا لیے حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا "تم اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف ہو گئی ہو؟" پھر اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئیں۔ بہن نے جوش میں آکر کہا "ہاں میں مسلمان ہوں، اور اس دین کو نہیں چھوڑ سکتی۔"

بہن کو خون آلودہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کچھ نرم پڑ گئے، فرمایا "میں بھی قرآن سننا چاہتا ہوں۔" سُنا تو اس کی سچائی رگ و ریشہ میں اتر گئی۔ سیدھے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر صحابہ کو تشویش ہوئی۔ حضرت امیر حمزہ رضؓ نے کہا کہ اگر اخلاص و عقیدت کے ساتھ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا، حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے تو خود آں حضرتؐ آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر پوچھا "کیا ارادہ ہے؟" عرض کی "ایمان لانے آیا ہوں۔"

ان کے اسلام لانے پر آں حضرتؐ اور تمام صحابہ نے جوشِ مسرت سے اس زور کا نعرہ مارا کہ مکّہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ آپ نے ۶سنہ نبوی میں اسلام قبول کیا۔ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔ اس وقت تک مسلمان کھلم کھلا اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام نے یہ حالت بدل دی۔ آپ نے مشرکین کے سامنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور مسلمانوں کو لے کر خانہ کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

ہجرت

آپ چھ سال تک تو برابر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قریش کے مظالم برداشت کرتے رہے، آخر رجب ۱۳ سنہ نبوی میں مدینہ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ہوئی تو آپ بھی آں حضرت صلعم سے اجازت لے کر روانہ ہوئے پہلے بیت اللہ گئے، طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے فرمایا۔"اگر کسی کو مقابلہ کرنا ہے تو باہر آکر کرلے۔" مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

اذان

حضرت عمر رض جب مدینہ پہنچے تو آپ نے قبا میں قیام کیا ۶۲۲ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے اور قبیلہ بنو سالم کے رئیس حضرت عتبان بن مالک ان کے اسلامی بھائی قرار پائے۔

اب یہاں مسلمانوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو آں حضرت صلعم کو خیال ہوا کہ نماز کے اعلان کا کوئی طریقہ ہونا چاہیے صحابہ کرام رض نے مختلف تجاویز پیش کیں۔ حضرت عمر رض نے رائے دی کہ ایک آدمی اذان دیا کرے چنانچہ اسی پر فیصلہ کیا گیا۔ اور آج جو تمام دنیائے اسلام میں دن میں پانچ مرتبہ اذان دی جاتی ہے، وہ آپ ہی کی تجویز تھی۔

غزوات

جنگ بدر میں آپ شریک تھے اور اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ اس جنگ میں جو مسلمان سب سے پہلے شہید ہوا وہ آپ ہی کا غلام تھا۔ بدر کے قیدیوں کی بابت جب بحث ہوئی تو آپ کی رائے

یہ تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے، اور ہر شخص اپنے اپنے عزیز کو قتل کرے۔

غزوۂ اُحد میں بھی آپ پیش پیش تھے، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور قریش کا ایک دستہ آں حضرتؐ کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت عمر رضؓ نے مہاجرین وانصار کو لے کر اُن پر حملہ کیا۔ لڑائی ختم ہونے پر ابوسفیان سالارِ قریش نے پہلے آں حضرتؐ، پھر ابوبکر رضؓ، پھر آپ کو پکارا، اور جب اس طرف سے کسی نے جواب نہ دیا تو اس نے کہا "یہ سب مارے گئے۔" اب حضرت عمر رضؓ سے نہ رہا گیا" کہا اے اللہ کے دشمن ہم زندہ ہیں"، ابوسفیان نے ہبل کی جے پکاری تو آپ نے آنحضرتؐ کے ارشادِ مبارک پر بلند آواز سے کہا "اللہ اعلیٰ و اجل"

سـ۳ـھ میں آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ ازواجِ مطہرات میں شامل کی گئیں، غزوۂ بنو نضیر سـ۴ـھ اور جنگ خندق سـ۵ـھ میں آپ شریک تھے۔ غزوۂ خندق میں آپ کو ایک حصّہ فوج پر مامور کیا گیا تھا کہ دشمن کو اس طرف نہ آنے دیں۔ یہاں ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے، ایک روز دشمن نے حملہ کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت زبیرؓ کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کی جماعت درہم برہم کر دی۔ اسی لڑائی میں ایک روز آپ کو نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ آپ نے آں حضرتؐ سے آکر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "میں نے بھی اس وقت تک عصر کی نماز ادا نہیں کی۔"

زیارتِ کعبہ کے خیال سے سـ۶ـھ میں آں حضرتؐ روانہ ہوئے تو آپ بھی ساتھ تھے۔ بیعتِ رضوان میں شرکت کی۔ صلح نامہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھاگ کر قریش کے پاس چلا جائے تو وہ

اسے واپس نہیں کریں گے، لیکن اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس آجائے گا تو یہ اسے واپس کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اس شرط پر حضرت عمر رضؓ اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے۔ اور سیدھے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ جب ہم حق پر ہیں اور قریش باطل پر، تو ہم کیوں اس ذلت کو برداشت کریں۔ آپؐ نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے حکم سے پھر نہیں سکتا"۔ یہ حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس گئے اور وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ جب رسول اللہؐ مدینہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی، آپ نے حضرت عمر رضؓ کو بلا کر فرمایا: "آج مجھ پر ایسی سورت نازل کی گئی ہے جو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے"۔

خیبر کی جنگ ۷ھ ہجری میں ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ اسلامی فوج کے سپہ سالار بنائے گئے مگر اس کی فتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے ہوئی۔ آں حضرتؐ نے وہاں کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تو ایک ٹکڑا ثمغ نامی آپ کو بھی ملا، آپ نے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا۔

اسی سال آں حضرتؐ نے آپ کو تیس آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا، وہ لوگ آپ کے آنے کی خبر سن کر بھاگ نکلے اور کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

قریش نے حدیبیہ کا صلح نامہ توڑ دیا تو ابوسفیان معذرت کے لئے مدینہ آیا، رسول اللہ خاموش رہے تو حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے پاس گیا۔ حضرت عمر رضؓ نے نہایت سخت جواب دیا اور وہ مایوس ہو کر

چلا گیا۔ فتح مکہ کے بعد آں حضرت کوہ صفا پر حضرت عمر رض کے ساتھ تشریف لے گئے اور مردوں سے بیعت لی۔ حضرت عمر رض آپ سے ذرا نیچے بیٹھے تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی تو آپ نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ ان سے بیعت لے لو، چنانچہ تمام عورتوں نے آپ کے ہاتھ پر آں حضرت سے بیعت کی۔

غزوہ حنین میں آپ نے جاں بازی کے جوہر دکھائے۔ ۹ھ میں تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت عمر رض نے اپنے تمام مال و اسباب میں سے نصف اللہ کی راہ میں دے دیا۔ حجۃ الوداع میں بھی آپ آنحضرت کے ہمراہ تھے۔

رسول اللہ کی وفات

جب بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رض نے بے خود ہو کر کہا کہ "جو شخص یہ کہے گا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے، میں اسے قتل کر دوں گا۔"

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو فتنہ خلافت کھڑا ہوا، اس وقت حضرت ابوبکر رض کے ساتھ آپ بھی تھے اور وہاں بحث میں حصہ لیا۔ آپ نے حضرت ابوبکر رض کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر آپ کی تقلید دوسرے لوگوں نے کی۔

حضرت ابوبکر رض کی خلافت سوا دو برس رہی۔ آپ برابر ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ قرآن کی جمع و ترتیب کا کام تو آپ ہی کی اصابت رائے اور دور بینی کا نتیجہ تھا۔ حضرت ابوبکر رض کی صحبت سے ان میں تامل، دور اندیشی اور نرم مزاجی آگئی اور حضرت ابوبکر رض کو بھی تجربہ ہو گیا کہ آپ سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں، چنانچہ اکابر صحابہ رض سے مشورہ کر کے انھوں نے آپ کو خلیفہ نامزد کیا۔

خلافت

از ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ تا ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ

ایران

بہمن جادویہ کی شکست

حضرت خالد بن ولید رضؓ کو جب شام جانا پڑا تھا تو وہ نصف فوج اپنے ہمراہ لے گئے اور باقی نصف کے ساتھ مثنیٰ بن حارثہ حیرہ ہی میں مقیم رہے۔ بہمن جادویہ اپنا لشکر لے کر ان کے مقابلہ کو آیا تو بابل کے قریب مثنیٰ نے اس کو نہایت ذلیل شکست دی اور مدائن تک تعاقب کر کے پھر حیرہ واپس آ گئے۔

اسی دوران میں انھیں اطلاع ملی کہ ایرانیوں کی ایک عظیم الشان فوج ان سے لڑنے کو آ رہی ہے۔ انھوں نے بشیر بن خصاصیہ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور خود مدینے کو روانہ ہو گئے کہ خلیفہ کو تمام واقعات کی اطلاع دیں یہ جس روز پہنچے وہ حضرت ابوبکر رضؓ کی زندگی کا آخری دن تھا۔ انھوں نے تمام حالات سن کر حضرت عمر رضؓ کو تاکید کی کہ وہ مثنیٰ کی امداد کے لیے فوج ضرور روانہ کریں۔

رستم وزیر جنگ

حضرت عمر رضؓ کی بیعت کے لئے لوگ دور دور سے آئے ہوئے تھے، آپ نے کئی روز تک وعظ کہا اور جہاد کی ترغیب دی، مگر کوئی نتیجہ

نہ نکلا، اس لئے کہ مدت سے عربوں پر ایرانیوں کا رعب چھایا ہوا تھا۔ چوتھے روز حضرت عمرؓ نے ایسی جوش انگیز تقریر کی کہ دل دہل گئے، مثنیٰ نے کہا کہ ہم نے ایرانیوں کو دیکھ لیا ہے، وہ مردِ میدان نہیں ہیں اور ہم نے ان کے بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔

یہ سنتے ہی سب سے پہلے ابو عبیدہ ثقفی نے اپنے آپ کو پیش کیا، اب تو حاضرین ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ ثقفی ہی کو اس فوج کا امیر بنا دیا۔ وہ صحابی نہ تھے، اس لئے اس پر گفتگو شروع ہوئی ایک شخص نے نہایت بے باکی سے کہا، اس منصب پر کوئی صحابی ہونا چاہیئے۔ آپ نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے اس شرف و مجد کی اصل وجہ استقلال و ہمت تھی، تم نے خود اس شرف کو کھو دیا، اب یہ نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ لڑنے سے بھی جی چراؤ اور افسر بھی مقرر کئے جاؤ۔ تاکہ ہم صحابۂ کرام کی دلجوئی کے لئے انھیں، آپ نے خاص طور سے تاکید کردی کہ وہ صحابہ سے ضرور مشورہ کر لیا کریں۔

مسلمانوں کے مسلسل حملوں نے ایران کو بیدار کر دیا تھا۔ یزدگرد کم عمر تھا اور پوران دخت اس کی نیابت میں کام کرتی تھی۔ سب سے مشورہ کر کے والیِ خراسان کے بیٹے رستم کو وزیر جنگ بنا دیا جو نہایت نام ور، شجاع اور مدبر تھا۔ رستم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ہر طرف ہرکارے بھیج کر دیہات و قصبات میں مذہبی و قومی جوش پیدا کر دیا اور ابو عبیدہ کے پہنچنے سے قبل اضلاع فرات میں بغاوت کرا دی، رستم کی امداد کے لئے اور فوجیں

ایران سے روانہ کردی گئیں، جن کے سپہ سالار نرسی اور جابان تھے، جابان عراق کا بہت بڑا رئیس اور عرب کا جانی دشمن تھا۔ نرسی کسریٰ کا خالہ زاد بھائی اور عراق کا جاگیردار تھا۔ دونوں نے الگ الگ راستہ اختیار کیا۔ جابان نے نمارق میں قیام کیا ابو عبید نے بڑھ کر اس کو شکست دی، اور اس کے دو مشہور فوجی افسر جوش شاہ اور مردان شاہ کو قتل کر دیا۔

جابان کو جس شخص نے گرفتار کیا وہ اسے جانتا تھا۔ جابان نے اس سے کہا "مجھ بڈھے کو گرفتار کر کے کیا لوگے، میں تمھیں دو جوان غلام دیتا ہوں، مجھے چھوڑ دو" سپاہی نے منظور کر لیا۔ لوگوں نے دیکھا تو اسے پہچان لیا اور گرفتار کر کے ابو عبید کے پاس لے آئے انھوں نے کہا ایک مسلمان نے اس کو امان دی ہے۔ اب کسی صورت سے بھی بدعہدی جائز نہیں اور اسے اس کی فرودگاہ تک پہنچا دیا۔

ہاتھیوں کی آمد

رستم نے ایک فوج بہمن جادویہ کے ماتحت روانہ کی اور ایرانیوں کا متبرک علم درفش کاویانی بھی اس کے ساتھ کر دیا، جو فتح و نصرت کا نشان خیال کیا جاتا تھا۔ فرات کے اس کنارے پر یہ فوج تھی اور دوسری طرف عسکر اسلام، ابو عبید نے امرائے لشکر کی رائے سے اختلاف کر کے دریا کو عبور کیا، مگر جس میدان میں خیمہ زن ہوئے وہ ناہموار اور تنگ تھا۔

اس جنگ میں پہلی مرتبہ عربوں کو ایران کے کوہ پیکر ہاتھیوں سے مقابلہ کرنا پڑا جن پر گھنٹے بندھے ہوئے تھے۔ عربی گھوڑے انھیں

دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے، اس لئے مسلمانوں کو پیدل ہونا پڑا۔ وہ ہاتھیوں کے ہودوں کی رسیاں کاٹ کر سواروں کو زمین پر گرانے لگے۔ ابو عبید نے ایک سفید ہاتھی پر وار کیا۔ اس نے ان کے سینہ پر پاؤں رکھ کر پسلیاں چور چور کر دیں۔ اب ایرانیوں کا قدم آگے بڑھ رہا تھا اور مسلمان پیچھے ہٹ رہے تھے دریا کے کنارے پہنچے تو پل موجود نہ تھا۔ چونکہ بنو ثقیف کے ایک شخص نے پل کی رسیاں اس لئے کاٹ دی تھیں کہ مسلمان واپسی کا خیال چھوڑ دیں۔

مثنیٰ نے ایرانی فوجوں کو روکے رکھا، یہاں تک کہ پل تیار ہو گیا، صرف تین ہزار سپاہی بچ سکے، باقی چھ ہزار کے قریب غرق ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو اس شکست سے سخت تکلیف ہوئی آپ نے تمام عرب میں جوش پیدا کر دیا، یہاں تک کہ بنو نمر د تغلب کے عیسائی سردار بھی مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور کہا کہ عرب اور عجم کا مقابلہ ہے اس قومی جنگ میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ جو فوج تیار ہوئی وہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ماتحت روانہ کر دی گئی، خود مثنیٰ نے بھی سرحدی مقامات سے ایک لشکر مرتب کر لیا۔

جنگ بویب

رستم نے ان سے مقابلہ کے واسطے بارہ ہزار جنگ آزما سپاہی مہران بن بہرویہ کے ماتحت روانہ کئے جس نے عرب میں تربیت حاصل کی تھی۔ دونوں فوجوں نے بویب کے قریب ڈیرے ڈال دیئے دریا

میں دریائے فرات تھا۔ ایرانی لشکر دریا کو عبور کر کے صف آرا ہوا۔ مثنیٰ نے اپنی فوج کو حضرت خالد رضؓ کے طریق پر مرتب کیا۔ نہایت خون ریز جنگ ہوئی۔ گذشتہ جنگ میں جو لوگ بھاگ گئے تھے، انھوں نے اس بے جگری سے لڑائی کی کہ درجۂ شہادت کو پہنچ گئے۔

مثنیٰ اپنے قبیلہ کو لے کر مہران کے میمنہ پر حملہ آور ہوئے اور شکست دیتے ہوئے قلب تک پہنچ گئے اس سے ایرانیوں میں بھاگڑ پڑگئی۔ مثنیٰ نے آگے بڑھ کر پل توڑ دیا۔ مہران کو بنی تغلب میں سے ایک شخص نے قتل کر دیا اور ایرانیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جب ان فتوحات کی اطلاع ایران کے پایۂ تخت میں پہنچی تو سب طرف کہرام مچ گیا، سب نے باہمی اختلافات مٹا دیئے، پوران دخت کو معزول کر کے یزدگرد اکیس سال کے نوجوان کو تخت پر بٹھایا اور مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بغاوت پھیلا دی چنانچہ وہ سب کے سب ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

قادسیہ کی جنگ

حضرت عمر رضؓ نے ایرانیوں کا حال سنا تو تمام قبائل عرب میں فرمان بھیج دیا کہ شاعر، خطیب، صاحب الرائے اور لڑنے والے مدینہ میں جمع ہوں ادھر مثنیٰ ہٹ کر عرب کی سرحد میں آگئے۔ حضرت عمر رضؓ نے ارادہ کیا کہ خود میدان میں جائیں، مگر مدبرین صحابہ کے اصرار پر آپ کو رکنا پڑا۔ اس لئے آپ نے حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص کو سپہ سالار بنایا، مگر زیادہ اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اس فوج نے زرود میں قیام کیا۔

حضرت سعدؓ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو اس کی تعداد بیس ہزار تھی جن میں تقریباً سترہ صحابۂ کرام تھے جو جنگِ بدر میں شریک تھے، تین سو بیعت الرضوان کے فداکار تھے، اتنے ہی وہ حضرات تھے جو فتح مکہ میں حصے لے چکے تھے۔ سات سو کو صحابہ کی اولاد ہونے کی عزت حاصل تھی۔

یہاں پر حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کے مختلف دستے بنا کر ان پر الگ الگ امرا مقرر کر دیئے پھر بمقام مشراف قیام کیا۔ ایام جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عراق کی سیاحت کر چکے تھے، انھیں یہاں کے چپہ چپہ سے واقفیت تھی، اس لئے حضرت سعدؓ کو حکم تھا کہ جہاں قیام کریں، اس جگہ کا نقشہ ضرور دربارِ خلافت میں بھیج دیا کریں جب انھوں نے مشراف کا نقشہ بھیجا تو حضرت عمرؓ کا حکم آیا کہ آگے بڑھ کر قادسیہ میں پڑاؤ کریں، جہاں سے ایران کا پایۂ تخت تین منزل پر ہے مورچے اس طرح قائم کریں کہ فارس کی زمین سامنے ہو اور عرب کا پہاڑ محافظت کا کام دے، کچھ عقل مند مسلمان دربارِ ایران میں بھیج دیں کہ تبلیغ اسلام کا فرض ادا ہو۔

اس فرمان کے بموجب حضرت سعدؓ نے اپنے مورچے قادسیہ میں جما دیئے اور چودہ اشخاص کو منتخب کر کے نعمان بن مقرن کی سرکردگی میں مدائن بھیجا۔ شاہ یزدگرد نے ان کو ہیبت زدہ کرنے کے لئے بڑے تزک و احتشام سے دربار سجایا تھا، مگر یہ لوگ دربار میں اس طرح داخل ہوئے کہ موزے پہنے ہوئے تھے اور تازیانے ان کے ہاتھ میں تھے۔

عربوں کی اس ہیئت سے نہ صرف ارکانِ سلطنت خوف زدہ ہوئے بلکہ خود شاہ بھی مرعوب ہو گیا۔ اب ترجمان کی معرفت گفتگو شروع ہوئی۔ رئیس وفد نے اسلام کے محامد بیان کر کے کہا" اگر تم اسلام لے آؤ تو ہم تمھارا ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے، تمھیں کتاب اللہ کے مطابق چلنا ہوگا، ورنہ جزیہ دو، ہم تمھاری حفاظت کریں گے، یہ بھی منظور نہیں تو پھر جنگ ہے"۔

یزدگرد اور اس کے ارکان نشۂ مال و دولت میں مخمور تھے، وہ کب ان بادیہ نشینوں کا دین قبول کرتے، کہا" رستم زبردست فوج لے کر آرہا ہے وہ تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا"۔

جب مسلمانوں کی طرف سے بھی اس کو دو ٹوک جواب ملا، تو وہ غضب ناک ہو کر بولا" اگر سفرا کا قتل جائز ہوتا تو میں تم سب کو قتل کر ڈالتا"۔ پھر مٹی کا ٹوکرا منگوا کر پوچھا" تم میں سب سے معزز کون ہے؟" عاصم بن عمر رضؓ نے بڑھ کر کہا" میں ہوں"۔ ملازموں نے ٹوکرا ان کے سر پر رکھ دیا وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے سعد رضؓ کے پاس پہنچے اور فتح کی مبارکباد دے کر کہا" دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی"۔

رستم ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ ساباط میں ٹھہرا ہوا تھا اور یزدگرد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چراتا تھا، کئی ماہ اسی طرح گزر گئے۔ مسلمان آس پاس کے دیہات سے اپنا سامانِ رسد لے آتے۔ آخر رستم تنگ آگیا اور وہاں سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں آگیا، اس نے مدتوں جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی، سفراء آتے جاتے رہے مگر مسلمانوں کا

دوٹوک جواب یہ تھا، اسلام یا جزیہ، ورنہ تلوار کا فیصلہ آخری ہوگا، جب رستم کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تو اس نے کہا "آفتاب کی قسم، تمام عرب کو ویران کر دوں گا۔"

حضرت سعدؓ اس دوران میں جاسوسوں کی معرفت دشمن کے حالات معلوم کرتے رہتے۔ ایک شب کو ایک مسلمان طلحہ نامی ایرانی لباس پہن کر دشمن کی فوج میں گھس گیا، اس نے ایک قیمتی گھوڑا دیکھا، جس پر وہ خود سوار ہوگیا اور اپنا گھوڑا اس کی جگہ باندھ دیا اتفاق سے وہ گھوڑا کسی افسر کا تھا، اسے پتہ لگا تو وہ سواروں کو لے کر اس کے پیچھے بھاگا طلحہ نے مڑکر ایسا حملہ کیا کہ دو کو مار ڈالا اور تیسرے کو قید کر لیا جو ان کے ساتھ مل گیا اس نے ایرانی فوج کے مخفی حالات بیان کئے۔

یوم الارماث

غرض محرم ۱۴ھ کو جنگ شروع ہوئی۔ تمام میدان انسانوں کا جنگل دکھائی دیتا تھا۔ حضرت سعدؓ کو عرق النساء کی شکایت تھی اور چلنے پھرنے کے ناقابل تھے، اس لئے وہ میدان کے کنارے ایک پرانے محل میں ٹھہر گئے، نیچے خالد بن عرفطہ کو کھڑا کر دیا اوپر سے وہ احکام لکھ کر نیچے پھینک دیتے، اور خالد ان ہدایات کو روئے فوج کے پاس پہنچا دیتے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت سعدؓ نے تین تکبیریں کہیں اور جنگ کا آغاز ہوا۔ ہاتھیوں کو دیکھ کر عربی گھوڑے بدکنے لگے اور سواروں کے

ساتھ پیدل فوج کے بھی پاؤں اُکھڑ گئے۔ طلحہ نے اپنے قبیلہ کو حکم دیا۔ اس نے اس شدت سے ہاتھیوں پر تیر برسائے کہ سواریاں نیچے آ رہیں۔ لڑائی زوروں پر تھی کہ شام کی تاریکی نے دونوں حریفوں کو الگ کر دیا۔ یہ قادسیہ کا پہلا معرکہ تھا عربی میں اسے یوم الاماث کہتے ہیں۔

معرکہ اغواث

دوسرے دن مسلمانوں نے شہدا کو دفن کیا اور عورتوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ ادھر جنگ ہو رہی تھی کہ شام کی چھ ہزار فوج حضرت سعدؓ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے زیر قیادت حضرت عمرؓ کے حکم سے پہنچ گئی اسی کے ساتھ حضرت عمرؓ کے قاصد بھی آ گئے، جنہوں نے ان تحائف کا اعلان کیا جو امیر المومنین نے ان کے ساتھ بھیجے تھے کہ یہ ان لوگوں کو ملیں گے جو ان کا حق ادا کریں گے۔

اس روز عورتوں نے ہاتھیوں کا بدلہ لیا کہ اونٹوں پر جھول اور برقعہ ڈال کر انھیں اس قدر خوفناک بنا دیا کہ جدھر جاتے ایرانیوں کے گھوڑے دیکھ کر بدکتے۔ تمام دن جنگ ہوتی رہی اس میں بڑے بڑے ایرانی بہادر مارے گئے۔ اس معرکہ کا نام عربی میں اغواث ہے۔

ابو محجن ثقفی

یہ بہادر صحابی شراب پینے کے جرم میں حضرت سعدؓ کے گھر میں قید تھے لڑائی کا منظر دیکھ کر بے تاب ہو گئے حضرت سعدؓ کی بیوی سلمیٰ سے کہا "مجھے چھوڑ دو، زندہ رہا تو آ جاؤں گا اور اپنے ہاتھ سے بیڑیاں پہن لوں گا۔"

سلمیٰ نے ان کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ وہ سعدرضؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے۔ جس طرف جاتے دشمن کی صفوں کو اُلٹ پلٹ دیتے سب حیران تھے کہ یہ کون نیزہ باز ہے۔

شام ہوئی تو ابو محجن اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر قید خانہ میں واپس آ گئے۔ شب کے وقت سلمیٰ نے حضرت سعدرضؓ سے تمام واقعات بیان کئے تو انھوں نے کہا "میں ایسے شخص کو کبھی سزا نہ دوں گا جو اس طرح اسلام پر جان نثار کرے"۔ حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا "خدا کی قسم میں کبھی آج سے شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا"۔

یوم العماس

تیسرے دن پھر ہاتھیوں کی مصیبت سامنے تھی۔ حضرت سعدرضؓ نے ضخم اور سلم پارسی نو مسلموں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بیکار کر دیجیے۔ حضرت سعدرضؓ نے تین مسلمانوں کو اس خدمت پر مامور کیا۔ انھوں نے ہاتھیوں کو نرغہ میں لے کر اس قدر برچھے مارے کہ ان کی آنکھیں بیکار ہو گئیں قعقاع نے آگے بڑھ کر سفید ہاتھی کی سونڈ پر اس زور سے تلوار ماری کہ مستک الگ ہو گئی۔ اب ہاتھی بھاگا اس کا بھاگنا تھا کہ دم کے دم میں سیاہ بادل چھٹ گئے۔

اب مسلمانوں نے پوری قوت کے ساتھ ایرانیوں پر حملہ کیا۔ رات میں بھی جنگ کا سلسلہ جاری رہا، تلواروں کی جھنکار، نعروں کی گرج اور گھوڑوں کی آواز کے سوا اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا اس لئے اس کو لیلۃ الہریر

کہتے ہیں ظہر سے پہلے پہلے ایرانی فوج نے شکست کھائی۔ اب عربوں نے قلب کی طرف بڑھ کر درفش کاویانی چھین لیا۔ رستم بھی زخموں سے چور چور بھاگ نکلا۔ نہر میں کودا ہی تھا کہ ہلال بن علقمہ نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر نکال لیا اور قتل کر ڈالا۔

رستم کی موت نے ایران کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ ایرانی ۳۰ ہزار مقتولین میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگے چھ ہزار عرب شہید ہوئے۔ حضرت سعد رض نے فتح و نصرت کا بشارت نامہ امیر المومنین کے پاس روانہ کیا۔

حضرت عمر رض اس جنگ کی بابت فکرمند رہتے تھے۔ روزانہ صبح کو شہر کے باہر قاصد کا انتظار کرتے اور دوپہر کو لوٹ جاتے۔ جس روز قاصد آیا تو شہر کے باہر ہی انھوں نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے وہ سواری کو تیزی سے لا رہا تھا اور حالات بھی سناتا جاتا تھا امیر المومنین پیچھے پیچھے دوڑتے چلے آتے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے امیر المومنین کہہ کر آپ کو سلام کیا۔ قاصد نے کہا آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ خبر دی۔ پھر اس سے خط لے کر عام لوگوں کو سنایا۔

مدائن

یزدگرد مدائن کے تمام ذخائر منتقل کر رہا تھا۔ ایرانیوں نے عربوں کے خوف سے بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا تھا۔ حضرت سعد رض اور ان کی فوج نے اللہ پر بھروسہ کر کے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے اور باتیں کرتے کرتے پار ہو گئے۔ دوسرے

کنارے پر ایرانی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے، چلا اٹھے "دیواں آمدند" یزدگرد یہ خبر سن کر اپنے اہل و عیال سمیت بھاگ گیا۔

ایوانِ کسرےٰ میں حضرت سعد رضؓ نے فتح کے شکریہ میں نماز پڑھی اور اسی میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو عربوں نے ایران میں ادا کیا۔ تمام ذخائر کا پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں بھیجا گیا۔ اس میں ایک فرش ساٹھ گز مربع تھا، جس میں زر و جواہر کے بیل بوٹے تھے۔ حضرت علی رضؓ کے حکم سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا۔

جلولاء

قادسیہ میں شکست کھا کر ایرانیوں نے جلولاء کو مرکز بنایا۔ رستم کے بھائی خرزادے نے زبردست جمعیت فراہم کر کے مورچہ بندی کر لی اور اپنے چاروں طرف خندق کھود کر اس کے گرداگرد کانٹے اور گوکھرو بچھا دیئے۔ حضرت سعد رضؓ نے ہاشم بن عتبہ کو بارہ ہزار فوج دے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، صفر ۱۶ھ میں انھوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

جلولاء نہایت مستحکم مقام تھا، یزدگرد حلوان سے برابر کمک اور خوراک بھیج رہا تھا اور خود محصورین کے پاس بھی کافی سامان تھا، مہینوں محاصرہ رہا، آخر ایک روز عربوں نے ہلہ بول دیا، ایرانی بھاگے تو عربوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور خانقین تک ان کا تعاقب کیا۔ شکست کی خبر سنتے ہی یزدگرد رے کو چل دیا۔ قعقاع نے حلوان پر بھی قبضہ کر لیا۔

اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ ہماری شرطیں قبول کریں گے، وہ ہر طرح سے محفوظ رہیں گے۔ اس پر بہت سے رؤسا اور امرا نے عربوں کی اطاعت قبول کر لی۔ یہ عراق کی آخری فتح تھی۔

تکریت

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ فتوحات کا سلسلہ عراق تک رہے، لیکن ایرانی اس کے چھن جانے پر کب چین سے بیٹھ سکتے تھے۔ بہت سے ایرانی تکریت میں جمع ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے ان کی گوشمالی کے لئے عبداللہ بن معتم کو بھیجا انھوں نے چالیس روز تک اس کا محاصرہ کیا۔ اس درمیان میں چوبیس حملے ہوئے اور ہر مرتبہ کامیاب رہے۔ نصارائے عرب نے ابن معتم سے صلح کر لی اور جس وقت عربوں کے نعرۂ تکبیر کی آواز سنی تو انھوں نے بھی زور سے تکبیر کہی۔ ایرانی سمجھے کہ پیچھے سے عرب فوج آگئی، بھاگے تو عرب ان پر ٹوٹ پڑے۔

ہرمزان

حدودِ بصرہ پر اہواز تھا جس میں ہرمزان اپنی فوجیں لئے ہوئے پڑا تھا اور عرب مقبوضات پر ڈاکے ڈالتا تھا۔ امیر بصرہ عتبہ بن غزوان نے حملہ کر کے اس کو شکست دی اور اس نے اہواز و مہرجان کا علاقہ دے کر صلح کر لی۔

یزدگرد رے سے نکل کر مرو میں مقیم ہو گیا، اور فارس و خوزستان کے امراء کو عرب کے خلاف ابھارا۔ حضرت سعدؓ نے خلیفہ کے حکم سے

نعمان بن مقرن کو زبردست فوج کے ساتھ خوزستان کی طرف روانہ کیا۔ والیٔ بصرہ نے بھی سہیل بن عدی کے ماتحت فوج بھیجی۔ ان دونوں فوجوں کے سالارِ عام ابوسیرہ تھے۔ نعمان نے رامہرمز کی طرف بڑھ کر ہرمزان کو شکست دی جو تستر بھاگ گیا، مگر نعمان نے اس کا وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا آخر کئی ماہ کے محاصرہ کے بعد تستر پر بھی قبضہ ہوگیا۔ ہرمزان کو اس کی خواہش کے مطابق ایک وفد کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا۔

حضرت عمر رضؓ نے دو ہزار درہم سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ آپ ایران کے معاملات میں اس سے برابر مشورہ کیا کرتے تھے۔

فتح الفتوح

مرو تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ یزدگرد نے کوشش کر کے ڈیڑھ لاکھ نوجوان نہاوند کے میدان میں جمع کر دئے۔ نعمان بن مقرن بھی تیس ہزار جنگ آزما سپاہیوں کے ساتھ آگئے۔ نہایت ہیبت ناک جنگ ہوئی۔ اس قدر خون بہا کہ گھوڑوں کی ٹاپ پھسلنے لگی۔ نعمان بھی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ حذیفہ بن یمان نے بڑھ کر علم سنبھال لیا۔ شام تک جنگ ہوتی رہی، آخر ایرانیوں نے شکست کھائی عربوں نے ہمدان تک ان کا تعاقب کیا۔

امیر المومنین کو اس فتح کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے اور نعمان کی شہادت پر اسی قدر غم کا اظہار کیا۔ اس لڑائی میں تقریباً تیس ہزار ایرانی مارے گئے۔ اس لڑائی میں ان کا زور بالکل ٹوٹ گیا، اسی لئے نہاوند

جنگ کو فتح الفتوح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لڑائی میں وہ فیروز بھی گرفتار ہوا جس کے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی شہادت مقدر تھی۔

عام پیش قدمی

اس لڑائی کے بعد حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ جب تک تختِ ایران کا مالک، اس ملک میں موجود ہے۔ فتنہ و فساد کا دروازہ بند نہیں ہوگا، اس لئے انھوں نے عام پیش قدمی کا حکم دیا آپ کے حکم سے مختلف امرا ۲۱ھ میں ادھر ادھر روانہ کئے گئے جنھوں نے ڈیڑھ دو برس کے اندر اندر کسریٰ کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اصفہان

عتبہ بن عبداللہ فوج لے کر اصفہان پہنچے تو اس کے حاکم نے کہا: "سپاہیوں کا خون مت بہاؤ، ہم دونوں مل کر فیصلہ کرلیں" چنانچہ اس نے جتنے وار عبداللہ پر کئے سب خالی گئے، اب عبداللہ کی باری آئی تو اس نے کہا "یہ شہر آپ کے حوالے کئے دیتا ہوں جو خراج دے اسے رہنے دیجئے اور جو نہ دے اسے جانے کی اجازت دیجئے" صلح نامہ مرتب ہوتے ہی انھوں نے یہاں ایک امیر مقرر کیا اور خود سہیل بن عدی کی امداد کے لئے کرمان روانہ ہوگئے۔

نعمان کے بھائی نعیم نے واج رود میں ایرانیوں کی بہت بڑی فوج کو خونریز معرکہ کے بعد شکست دی جس کے بعد رے، قومس، جرجان اور طبرستان کے لوگوں نے بھی ان سے مصالحت کرلی۔

یزدگرد کی دائمی فراری

احنف بن قیس خراسان کی مہم پر روانہ کئے گئے تھے، انھیں معلوم ہوا کہ

یزدگرد نے وہاں کے رئیسوں اور مرزبانوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کر لیا ہے۔ احنف نے ہرات کے میدان میں ایرانیوں کو شکست دی۔ یزدگرد نے مرد رود پہنچ کر ترکستان اور چین کے بادشاہ سے امداد طلب کی اور خود بلخ چلا گیا، مگر احنف نے بھی اس کا تعاقب نہ چھوڑا اور وہاں بھی اس کو شکست دی آخر وہ دریائے جیحون کو عبور کر کے تاتاری علاقہ میں داخل ہو گیا۔

شاہِ ایران جب خاقان کے دربار میں پہنچا تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی اور بہت بڑی فوج لے کر یزدگرد کے ہمراہ خراسان کی طرف بڑھا۔ احنف بن قیس نے بھی اپنی فوجوں کو کھڑا کر دیا اور خاقان کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ مجاہدین سے لڑنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ وہ اپنی فوج سمیت واپس چلا گیا یزدگرد کو خاقان کے جانے کی اطلاع ملی تو مایوس ہو کر خزانہ اور جواہرات لے کر ترکستان جانے لگا، درباریوں نے دیکھا کہ وطن کی دولت باہر جا رہی ہے اس سے سب کچھ چھین لیا، وہ بے سروسامانی کے عالم میں خاقان کے پاس گیا اور مدتوں فرغانہ کی گلیوں کی خاک چھانتا رہا۔

احنف بن قیس نے فتح کا بشارت نامہ حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ مسرت آمیز خبر سنائی اور ایک مؤثر تقریر کے آخر میں فرمایا: "اب مجوسی سلطنت برباد ہو گئی۔ وہ ہمارا کوئی نقصان نہیں کر سکتے، لیکن اگر تم بھی صراطِ مستقیم پر نہ رہے تو اللہ تم سے چھین کر دوسروں کو حکومت دے دے گا۔"

شام

دمشق

تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ جنگ یرموک کے دوران میں حضرت ابو بکر رضؓ کی وفات اور حضرت عمر رضؓ کی خلافت کی اطلاع آگئی تھی، ذی قعدہ ۱۴ھ میں حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے محل پر حملہ کیا کیونکہ شکست خوردہ رومی اسی جگہ جمع تھے ایک ہی حملہ میں شہر پر مسلمان قابض تھے، اس کی وجہ سے ضلع اردن کے تمام مقامات مسلمانوں کے قبضے میں آگئے، رعایا ذمی قرار دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ مفتوحین کی جان، مال، زمینیں، مکانات، گرجے اور عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی۔

دمشق قدیم زمانے سے تجارت کا مرکز تھا۔ تمام سردارانِ شام اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، ایک رات حضرت خالد رضؓ کو اطلاع ملی کہ دمشق کے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اور سب کے سب جشن میں مصروف ہیں۔ انھوں نے مشکوں پر خندق عبور کی اور فصیل پر چڑھ کر اپنے ساتھیوں کو اوپر چڑھا لیا۔ پھر دربانوں کو قتل کر کے دروازہ توڑ ڈالا۔ اور شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

یہ دیکھ کر رومیوں نے دوسری طرف سے حضرت ابو عبیدہ رضؓ کے ساتھ مصلح کر کے دروازے کھول دیئے۔ اب ایک طرف سے حضرت خالد رضؓ

فاتحانہ شہر میں داخل ہو رہے تھے اور دوسری طرف حضرت ابو عبیدہ رضؓ صلح کے ساتھ، درمیان شہر میں دونوں کی ملاقات ہو گئی اور مفتوحہ علاقہ بھی رقبہ صلح میں شامل کر دیا گیا۔

اب مسلمانوں نے حمص کا رُخ کیا کیونکہ رومی فوجیں وہاں جمع ہو رہی تھیں، راستہ میں بعلبک، حماۃ، شیزر اور معرۃ النعمان بھی فتح کرتے گئے جب مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو جاڑے کا موسم تھا، رومیوں کا خیال تھا کہ عرب اس سردی کو برداشت نہیں کر سکیں گے مگر انہیں بہت جلد اپنی غلطی محسوس ہو گئی اور آخر صلح پر مجبور ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے یہاں حضرت عبادہؓ بن الصامت کو مقرر کیا اور خود لاذقیہ کو جا کر فتح کیا۔

حضرت خالد رضؓ فتح حمص کے بعد قنسرین گئے۔ حلب کے قریب بمقام حاضر رومیوں سے مقابلہ ہوا۔ ان کا سردار میناس مارا گیا۔ فوج کا بڑا حصہ تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور جو باقی بچے انہیں معذور سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ قنسرین پہنچے تو وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ مگر حضرت خالد رضؓ کے حسن تدبیر کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی اور بالآخر صلح پر مجبور ہو گئے۔

جنگ یرموک

ان مسلسل شکستوں کی وجہ سے قیصر نہایت غضب ناک ہوا اور اس نے اپنے تمام اثر و اقتدار سے کام لے کر انطاکیہ میں زبردست فوج جمع کر لی۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے تمام افسروں سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی قوت دمشق میں جمع کر لی، مفتوحہ ممالک کو خالی کر کے ذمیوں کی رقمیں

واپس کردیں کیونکہ اس رقم کی رو سے وہ ان کی حفاظت پر مجبور تھے۔ عیسائی اور یہودی ان کا یہ عدل و انصاف دیکھ کر روتے تھے، اور ان کی واپسی کی دعائیں مانگتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کو ایک ہزار جواں مردوں کے ساتھ ان کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اردن کی حدود میں یرموک کا میدانِ جنگ نہایت موزوں تھا۔ اس لئے اسی کا انتخاب عمل میں آیا۔ رومی دو لاکھ تھے اور مسلمان تقریباً بتیس ہزار جو اپنی شجاعت میں عدیم النظیر تھے، ان میں ہزار صحابہ رضٰ کرام تھے، جن میں سے وہ مقدس حضرات بھی تھے، جو جنگِ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

پہلی لڑائی بے نتیجہ رہی، ۵ رجب ۱۵ھ کو دوسرا معرکہ پیش آیا۔ تیس ہزار رومی پاؤں میں بیڑیاں ڈالے ہوئے تھے کہ بھاگنے کا خیال نہ آنے پائے، پادری صلیبیں اٹھائے حضرت عیسیٰؑ کے نام پر جوش دلا رہے تھے، آخر کار مسلمانوں کے استقلال و ثبات قدم نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایک لاکھ عیسائی مارے گئے۔ مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے، شکست کی خبر سُنی تو قیصر بصد حسرت و افسوس شام کو آخری سلام کر کے ہمیشہ کے لئے قسطنطنیہ چلا گیا۔

اس لڑائی کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت نہایت خوفناک جنگ ہو رہی تھی، حباش بن قیس ایک بہادر سپاہی بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے، اسی درمیان میں کسی نے ان کے پاؤں پر تلوار

ماری اور وہ کٹ کر الگ ہو گیا۔ انھیں خبر بھی نہ ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو ڈھونڈھنے لگے کہ میرا پاؤں کیا ہوا۔

بیت المقدس

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فلسطین کی مہم پر متعین تھے انھوں نے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا، حضرت ابو عبیدہ رضؓ بھی فراغت حاصل کرنے کے بعد ان کے شریک کار ہو گئے، رومیوں نے محاصرہ سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی اور شرط یہ کی کہ خود امیر المومنین یہاں آکر اس معاہدہ کو اپنے ہاتھ سے تحریر کریں۔

حضرت عمر رضؓ کو اس شرط کی اطلاع دی گئی تو آپ نے صحابہ کرام رضؓ سے مشورہ کیا اور حضرت علی رضؓ کو نائب مقرر کر کے رجب ۱۶ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے مقام جابیہ میں امرائے لشکر نے استقبال کیا، اسی جگہ بیت المقدس والوں کے سفراء آگئے اور عہد نامہ مرتب ہوا جس پر خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیانؓ گواہ بنے، عہد نامہ کا مضمون یہ تھا:۔

" ان لوگوں کی جان، مال اور دین محفوظ رہے گا نہ ان کے گرجے توڑے جائیں گے، نہ ان میں کوئی مسلمان سکونت کرے گا اور نہ ان کی حدود میں کمی ہوگی۔ یہودیوں کو اس میں نہ رہنے دیں گے۔ جو رومی یہاں ہیں، وہ نکل جائیں، ان کے گھر پہنچنے تک امان ہے اور جو شخص ان کے ساتھ جائے گا اسے بھی امان ہے۔"

حضرت عمرؓ یہاں سے بیت المقدس تشریف لے گئے، پہلے مسجد میں گئے، کنیسۃ القیامۃ کو دیکھنے لگے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا، عیسائیوں نے درخواست کی کہ آپ اسی جگہ نماز پڑھ لیں، مگر آپ نے اس خیال سے کہ کہیں بعد کو مسلمان نصرانی معبد میں دست اندازی نہ کریں، باہر نکل کر نماز پڑھی۔ بیت المقدس سے واپسی پر آپ نے تمام اطراف مملکت کا دورہ کیا، سرحدوں کو دیکھا۔ حفاظت کے انتظامات کئے، اور بخیر و خوبی مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر

۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے شام کا دوبارہ سفر کیا، مہاجرین و انصار کی بھی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی بمقام سرغ اطلاع ملی کہ شام میں طاعون پھوٹ پڑا ہے۔ صحابۂ کرام سے مشورہ کر کے آپ واپس ہو گئے یہ وبا، طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے، اس میں حضرت ابوعبیدہؓ معاذ بن جبلؓ، یزید بن ابوسفیان، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، اور عتبہ بن سہیل فوت ہو گئے، آخر حضرت عمرؓو بن العاص فوج لے کر پہاڑوں میں پھیل گئے، تب اس سے نجات ملی۔

وبا دور ہو جانے پر آپ پھر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ آپ کے قائم مقام تھے، آپ نے سرحدوں کا انتظام کیا۔ اس طاعون میں جو لوگ فوت ہو گئے تھے، ان کا مال و اسباب ان کے وارثوں کے پاس پہنچا دیا، اور ان کی جگہ دوسرے لوگ مقرر کئے۔

ایک روز لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ حضرت بلالؓ
سے اذان کہلوا دیجیے۔ انھوں نے اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا مبارک زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، سب زار زار روتے
تھے، روتے روتے حضرت عمرؓ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

مصر

فاتحانہ داخلہ

حضرت عمرو بن العاصؓ زمانۂ جاہلیت میں مصر کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے، یہ رومی افواج کا بڑا مرکز تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مصر فتح کر لیا جائے تو پھر شام میں رومی فوجیں مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گی، اس لئے انھوں نے کئی بار حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ آخر جب ان کا اصرار بڑھ گیا تو انھوں نے چار ہزار فوج دے کر انھیں مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ فرمائے بلبیس اور رام دینین کو فتح کرنے کے بعد دریائے نیل کے کنارے مصر میں داخل ہوئے۔ مقوقس والیٔ مصر بھی مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا، اسلامی لشکر قریب آیا تو وہ فسطاط میں قلعہ بند ہو گیا حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے حضرت زبیر بن العوام، مقداد بن عمر، عبادہ بن صامت اور سلمہ بن مخلد کو دس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت زبیرؓ کو فوج کا افسر بنا دیا۔ سات ماہ تک محاصرہ رہا آخر ایک روز حضرت زبیرؓ زینہ لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، اور اندر اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئے۔ مقوقس کی درخواست پر اسے امان دی گئی۔

فسطاط

جب فوج یہاں سے اسکندریہ کو چلنے لگی اور خیمے اکھاڑے جانے لگے تو فوج نے دیکھا کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے خیمے میں ایک کبوتری نے گھونسلا بنا لیا ہے حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ پرندے کی خاطر اس خیمہ کو یہیں رہنے دو، ورنہ ہمارے مہمان کو تکلیف ہوگی، پھر اس جگہ وہ شہر آباد ہوا جس کا نام فسطاط ہے، عربی میں فسطاط کے معنیٰ خیمے کے ہیں۔

راستہ میں عیسائیوں نے کریوں کے مقام پر بہت سخت مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی، اسکندریہ کو بھی مسلمانوں نے ایک مدت کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ اس فتح سے تمام مصر اسلامی مملکت میں آگیا اور بہت کثرت سے قبطی برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔ اس فتح و کامرانی کی اطلاع کے لئے معاویہ بن خدیج روانہ ہوئے، مدینہ پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا۔ بارگاہِ خلافت میں نہ گئے کہ یہ آرام کا وقت ہوگا۔ مسجد نبوی کو جا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کی لونڈی نے مسافر دیکھ کر پوچھا۔ انھوں نے کہا اسکندریہ سے آرہا ہوں۔ لونڈی نے اسی وقت حضرت عمرؓ کو خبر دی۔ وہ سنتے ہی تیار ہونے لگے کہ اتنے میں معاویہؓ خود آگئے، آپ نے فتح کی خبر سن کر سجدۂ شکر ادا کیا، کھانے کے لئے لونڈی روٹی اور روغن زیتون لائی۔ آپ نے معاویہ سے کہا "تم سیدھے میرے پاس کیوں نہ چلے آئے" انھوں نے کہا "مجھے یہ خیال تھا کہ آپ آرام میں ہوں گے" فرمایا "افسوس تم نے میری نسبت ایسا خیال کیا۔

ہیں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بوجھ کون سنبھالے گا ۔"

شہادت

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی غلام ابولولو فیروز تھا اس نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ سے شکایت کی :" میرے آقا نے مجھ پر بھاری محصول لگا رکھا ہے، آپ کم کرا دیجئے ۔" آپ نے پوچھا:"کس قدر محصول ہے ؟" اس نے جواب دیا،" دو درہم روزانہ" آپ نے پوچھا "تم کیا کام کرتے ہو؟" اس نے کہا " بخاری، نقاشی اور آہنگری ۔" آپ نے فرمایا "تو پھر یہ محصول زیادہ نہیں" اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے روز آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ فیروز نے خنجر سے آپ پر کئی وار کئے ، ایک زخم ناف کے نیچے تھا، اور وہی سب سے زیادہ مہلک تھا۔ صف میں آپ کے پیچھے کلیب بن بکیر لیثی تھے ، ان کو بھی اس نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس کو پکڑا تو خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا "مجھے کس نے قتل کیا ہے ؟" نام بتایا گیا تو فرمایا،" اللہ کا شکر ہے میرا قاتل مسلمان نہیں ۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی ۔ آپ نے اپنے صاحب زادے عبداللہ کو حضرت عائشہ رضؓ کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجا کہ انہیں رسول اللہ ؐ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے ۔ حضرت عائشہ رضؓ اس حادثہ فاجعہ پر رو رہی تھیں، کہا اس جگہ کو میں نے اپنے لئے محفوظ رکھا تھا مگر میں عمر رضؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں،

حضرت عمرؓ یہ مژدۂ جاں فزا سن کر بہت خوش ہوئے۔
آپ کو خیال ہوا کہ شاید حضرت عائشہؓ نے رعبِ خلافت کی وجہ سے اجازت دے دی ہو۔ اس لئے آپ نے اپنے صاحب زادے عبداللہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر ان سے اجازت مانگیں اگر اذن مل جائے تو بہتر ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں۔

نام زدگی

جب صحابہؓ نے دیکھا کہ آپ کی حالت زیادہ تشویش ناک ہے تو آپ سے درخواست کی کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نام زد کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ابو عبیدہؓ یا سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ آج زندہ ہوتے تو میں خلافت کے لئے انھیں نام زد کر دیتا کسی نے عرض کی: "اپنے صاحبزادے عبداللہ کو مقرر کر دیجئے۔" آپ نے جواب دیا: "جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں جانتا وہ اس بارِ گراں کو کیسے سنبھال سکے گا۔"
یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے، مگر پھر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا،
"یہ چھے آدمی ہیں، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ زبیر اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جنھیں رسول اللہؐ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے ان میں سے ایک کو امیر بنا لو، مگر یہ کام میرے مرنے کے بعد تین دن کے اندر ہو جائے۔" مقداد بن اسود کو حکم دیا: "دفن سے فارغ ہونے کے بعد ان چھ آدمیوں کو ایک مکان

کے اندر بند کر دینا کہ انتخاب امیر کر لیں، عبداللہ بن عمر رضؓ کو مشورہ کے لئے بلا لینا مگر انھیں امارت سے کوئی تعلق نہ ہوگا، فیصلہ کثرت رائے سے ہو۔ اگر دونوں طرف رائے برابر ہو تو عبداللہ کی رائے پر فیصلہ کر دینا اگر ان کی رائے قبول نہ ہو تو جس طرف عبداللہ بن عوف ہوں وہ فریق غالب رہے گا اور اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص اپنے دعوے پر قائم رہے تو اسے قتل کر دینا۔

دنیا کا یہ جلیل القدر انسان تین دن بیمار رہ کر محرم ۲۴ھ کی پہلی تاریخ کو واصل بحق ہو گیا، ان کی وصیت کے مطابق حضرت صہیبؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور ۶۳ سال کی عمر میں دس سال چھ ماہ اور چار دن خلافت کر کے اپنے آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

خانگی زندگی

حضرت عمر رضؓ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ مدینہ میں زراعت بھی شروع کر دی تھی۔ خلیفہ ہونے کے بعد آپ کی تنخواہ مقرر ہو گئی۔ جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہوتی۔ ۱۵ھ میں جب دوسرے لوگوں کے وظائف مقرر ہوئے تو آپ کو بھی بدری ہونے کی وجہ سے پانچ ہزار درہم سالانہ ملنے لگے۔ آپ کا گزارہ عموماً روٹی اور روغن زیتون پر تھا۔

مساوات

آپ کو مساوات کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے

سفراء آتے تو یہ تمیز نہ کر سکتے کہ ان میں شاہ کون ہے، اور گدا کون؟

ایک مرتبہ آپ مدعا علیہ کی حیثیت سے زید بن ثابت قاضی مدینہ کی عدالت میں گئے۔ انھوں نے تعظیم کے طور پر جگہ خالی کردی۔ آپ نے فرمایا، "تم نے اس مقدمہ میں یہ پہلی ناانصافی کی ہے" پھر اپنے فریق کے پاس بیٹھ گئے۔ مدعی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اور حضرت عمرؓ کو دعوے سے انکار تھا، مدعی نے ان سے قسم لینی چاہی تو زید نے ان کے رتبۂ خلافت کا لحاظ کر کے مدعی سے کہا کہ وہ امیرالمومنین رضؓ کو معاف کر دیں، حضرت عمرؓ اس پر بہت غضب ناک ہوئے اور زید سے کہا "جب تک عام آدمی اور عمرؓ تمھاری نظر میں برابر نہ ہوں تم قاضی بننے کے اہل نہیں ہو"

شام کے سفر میں آپ کے سامنے لذیذ کھانے پیش کیے گئے تو آپ نے پوچھا: "کیا عام لوگوں کو یہ نعمتیں میسر آتی ہیں؟" لوگوں نے عرض کی: "نہیں" فرمایا: "پھر مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں"

رفاہِ عام

آپ مجاہدین کے گھروں پر جاتے، ان کا سودا لا دیتے، میدانِ جنگ سے قاصد آتا تو فوجیوں کے خطوط گھروں پر پہنچاتے، ان پڑھ لوگوں کے خطوط لکھ دیتے اور رات کے وقت گشت کرتے۔

ایک دفعہ شب کے وقت پھرتے پھرتے مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر رات گئے ایک عورت کچھ

پکار رہی ہے اور بچے رو رہے ہیں۔ جا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا: "بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، میں نے خالی ہنڈیا چڑھا دی ہے کہ روتے روتے سو جائیں گے۔" آپ اسی وقت مدینہ آئے بیت المال کا دروازہ کھول کر آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے کر چلے تو آپ کے غلام اسلم نے عرض کیا: "میں لے چلوں" فرمایا: "قیامت کے روز تم میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے۔" وہاں جا کر حضرت عمر رض تو آگ سلگاتے رہے اور بڑھیا کھانا پکاتی رہی۔ کھانا کھا کر بچے اچھلنے کودنے لگے تو حضرت عمر رض دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ وہاں سے واپس ہونے لگے تو بڑھیا نے کہا: "اللہ تمھیں جزائے خیر دے، خلیفہ تمھیں ہونا چاہیئے تھا، نہ کہ عمر رض کو۔" حضرت عمر رض نے فرمایا: "کل مدینہ آنا اور بچوں کو ساتھ لانا خلیفہ تمھارا کچھ وظیفہ مقرر کر دے گا۔"

ایک روز کچھ لوگ شہر کے باہر اُترے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض سے کہا: "چلو پہرہ دیں، ان پر چور حملہ نہ کریں۔" چنانچہ رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

مدینہ میں جس قدر مجبور، بیکس، اپاہج اور نابینا اشخاص تھے، ان کی خدمت گزاری کرتے، حضرت طلحہ رض فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز بہت سویرے حضرت عمر رض کو ایک جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھا، حیران ہوا کہ یہاں آپ کا کیا کام، معلوم ہوا کہ یہاں ایک ضعیف نابینا عورت رہتی ہے آپ روزانہ اس کی خبر گیری کے لئے آتے ہیں۔

۱۸ھ میں قحط پڑا تو آپ ہر وقت بے قرار رہتے، دور دراز سے غلہ منگوا کر تقسیم کرتے، گوشت، گھی اور تمام مرغوب غذائیں ترک کر دیں اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا تو خفا ہوئے کہ لوگ فاقوں سے مر رہے ہیں اور تم میوہ کھاتے ہو۔

قبائل کے دفاتر خود اٹھا کر لے جاتے، بچوں اور عورتوں کا نام لے کر پکارتے اور خود ان کے ہاتھ میں وظائف دیتے۔

بیت المال

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک مکان بیت المال کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا مگر وہ ہمیشہ بند رہتا تھا۔ کیونکہ جو کچھ آتا تھا اسی وقت تقسیم کر دیا جاتا۔ چنانچہ جب وفات کے وقت انھوں نے بیت المال کا جائزہ لیا تو صرف ایک درہم نکلا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا باقاعدہ محکمہ بنا دیا اور عبداللہ بن ارقم ایک معزز صحابی کو افسر خزانہ مقرر کیا۔

ایک دفعہ آپ نے قیصر روم کو خط لکھا تو آپ کی بیوی ام کلثوم نے بھی اسی قاصد کے ہاتھ قیصر کی بیوی کو کچھ تحفے بھیجے، ملکہ نے بھی اس کے جواب میں ہدایہ ارسال کئے جن میں ایک بیش قیمت موتی تھا۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو اسے بیت المال میں جمع کر دیا اور فرمایا۔ یہ قاصد مسلمانوں کا تھا اور اس کے مصارف بیت المال نے ادا کئے تھے۔ البتہ ام کلثوم کا جس قدر خرچ ہوا تھا ان کو دلا دیا۔

تواضع

آپ کی خاکساری اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ سفر شام کو تشریف لے گئے تو فرشِ خاک پر سوتے اور درخت کا سایہ آپ کے لئے سائبان کا کام دیتا مسلمانوں نے آپ کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر دل میں کہا کہ عیسائی کیا کہیں گے، اس خیال سے آپ کی خدمت میں ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا آپ نے فرمایا "میرے لئے اسلام کی عزت کافی ہے"

ایک روز آپ صدقے کے اونٹوں کو تیل مل رہے تھے، ایک شخص نے دیکھا تو کہا یہ کام تو کسی غلام کا تھا، آپ نے فرمایا: "مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے، وہ ان کا غلام بھی ہے"

مجلسِ شورے

آپ تمام امور مجلسِ شورے کے مشورہ سے طے کرتے تھے۔ آپ نے مہاجرین اور انصار کے اہل الرائے حضرات کی ایک مجلسِ شورے قائم کی تھی جس کے ممتاز ارکان حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ، عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، معاذ بن جبل رضؓ ابی بن کعب رضؓ، اور زید بن ثابت رضؓ تھے، اگر زیادہ اہم معاملات پیش آ جاتے تو مہاجرین و انصار اور تمام سردارانِ قبائل بھی شریکِ مشورہ ہوتے۔

آپ نے ہر شخص کو نکتہ چینی اور طلب حقوق کی پوری آزادی

دے رکھی تھی۔ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو علاج میں شہد تجویز کیا گیا۔ آپ بیت المال سے بلا اجازت لے نہیں سکتے تھے، مسجد نبوی میں تشریف لائے اور لوگوں سے اجازت لی۔

ایک مرتبہ آپ تقریر کر رہے تھے، دورانِ تقریر میں ایک شخص نے آپ کو کئی مرتبہ کہا: "اے عمر رضہ اللہ سے ڈر۔" لوگوں نے اسے روکا تو آپ نے فرمایا: "اسے کہنے دو، اگر یہ لوگ نہ کہیں تو بے مصرف ہیں، اور ہم نہ مانیں تو ہم۔"

ایک دفعہ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا: "لوگو! اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو کیا کروگے؟" یہ سنتے ہی ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور کہا: "تمھارا سر اُڑا دوں گا۔" آپ نے بھی اس کی دلیری کو آزمانے کے لئے ڈانٹ کر کہا: "تو امیرالمومنین کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔" اس نے کہا: "ہاں ہاں تیری شان میں۔" حضرت عمر رضہ نے فرمایا: "اللہ کا شکر ہے، قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا تو مجھے سیدھا کر دیں گے۔"

فتح شام کے بعد اکثر بزرگوں نے عیسائی عورتوں سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمر رضہ اسے ناپسند فرماتے تھے، انھوں نے حذیفہ بن یمان کو لکھا تو انھوں نے جواب میں دریافت کیا: "یہ حکم آپ کی ذاتی رائے ہے یا شریعت کا فیصلہ ہے؟" آپ نے تحریر کیا: "یہ میری ذاتی رائے ہے۔" حضرت حذیفہ نے لکھا: "ہم آپ کی ذاتی رائے کے پابند نہیں ہیں۔"

ایک مرتبہ آپ نے تمام عمّال کا اسباب نیلام کر کے آدھا بیت المال

میں داخل کر دیا۔ ابوبکر ایک عامل تھے انھوں نے کہا" اگر یہ مال خدا کا تھا تو سب کا سب بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے تھا اور اگر ہمارا تھا تو آپ کو اس میں سے لینے کا کوئی حق نہ تھا"

جوہر شناسی

آپ کو ملک کے قابل آدمیوں سے واقفیت تھی اور جوہر شناس ہونے کی وجہ سے ہر ایک کی طبیعت اور قابلیت کا جو اندازہ لگاتے تھے وہ بالکل صحیح ہوتا تھا، چنانچہ جس کام پر آپ نے جس شخص کو مقرر کیا وہ واقعی اس کا اہل ثابت ہوا۔

عرب میں چار آدمی فنِ سیاست و تدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، امیر معاویہ رضؓ، عمرو بن العاص رضؓ، مغیرہ بن شعبہ رضؓ، اور زیاد بن سمیہ رضؓ آپ نے آخر الذکر کے سوا تینوں کو بڑے بڑے مناصب حکومت دیئے، اور وہ اس کے اہل ثابت ہوئے، زیاد کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی اس لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ اس کو کاروبارِ حکومت میں اپنا مشیر بنائیں۔

باز پرس

جب آپ کسی والی کو روانہ کرتے تو اس سے عہد لیتے کہ وہ ترکی گھوڑا سواری میں نہ رکھے گا۔ باریک کپڑا نہ پہنے گا چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازہ پر دربان نہ رکھے گا۔ اور حاجت مندوں کے لئے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا، ساتھ ہی اس کے تمام مال و اسباب

کی فہرست لے لیتے، اگر کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تو دیکھ بھال کے بعد آدھا مال وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دیتے۔

ہر عامل کی نسبت حج میں شکایت کرنے کی عام اجازت تھی، آپ اس کی تحقیقات کر کے تدارک فرماتے، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک شخص کو انعام دیا ہے۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ اگر خالدؓ نے یہ انعام اپنی جیب سے دیا ہے تو اسراف کیا اور اگر بیت المال سے دیا تو خیانت کی اس لئے وہ معزول کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری والئ بصرہ تھے۔ ان کے خلاف تین شکایات کی گئیں۔

۱۔ اسیرانِ جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے چن کر اپنے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔

۲۔ کاروبارِ حکومت زیاد بن ابی سفیان کے سپرد کر رکھا ہے۔

۳۔ ان کے پاس ایک لونڈی ہے جسے بہت نفیس غذا دی جاتی ہے حالانکہ دوسرے مسلمانوں کو ویسی نہیں مل سکتی۔

حضرت عمرؓ نے ان سے باز پرس کی تو وہ دو اعتراض کا تو تسلی بخش جواب دے سکے، مگر تیسرے الزام کا کوئی جواب نہ تھا، اس لئے لونڈی ان سے چھین لی گئی۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کوفہ میں ایک محل بنوایا جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اس سے اہلِ حاجت کو تکلیف

ہوگی آپ نے محمد بن سلمہ کو حکم دیا کہ ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ وہ گئے اور آگ لگا دی حضرت سعدؓ خاموش دیکھتے رہے۔

عیاض بن غنم مصر کے عامل تھے، ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں، اور دروازہ پر دربان رہتا ہے۔ آپ نے محمد بن سلمہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ انھوں نے دیکھا کہ دونوں باتیں درست ہیں اسی لباس میں انہیں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا باریک کپڑا اترروایا اور بالوں کا کپڑا پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا عیاض کو مجال انکار نہ تھی، مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: "تمھیں اس سے عار کیوں ہے؟ تمھارے باپ دادا کا پیشہ یہی ہے"

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی نسبت بعض شکایات کی گئیں۔ آپ نے عام مجمع میں ان کی تحقیقات کی اور جب وہ بری ثابت ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری بابت میرا بھی ایسا ہی گمان تھا۔

مغیرہ بن شعبہ والی بصرہ پر جب الزام لگایا گیا تو انھیں طلب کیا اور جب گواہ جھوٹے ثابت ہوئے تو ان پر حد شرعی جاری کی۔

حضرت عمار بن یاسر والی کوفہ کی شکایت ہوئی کہ وہ طرزِ حکومت سے واقف نہیں ہیں، آپ نے انھیں مدینہ بلایا، اور ان سے چند سوالات کیے۔ معلوم ہوا شکایت صحیح ہے، انھیں فوراً معزول کر دیا۔

مسلمان جب دوسری حکومتوں میں جاتے تو ان سے محصول چنگی لیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسی حساب سے دوسری حکومتوں کے

تاجر بھی محصول ادا کریں، زیاد بن حدیر اس صیغہ کے نگراں تھے، ایک مرتبہ قبیلۂ تغلب کا ایک عیسائی تاجر گھوڑے لے کر آیا، جن کی قیمت بیس ہزار درہم تھی، زیاد نے اس سے ایک ہزار درہم وصول کر لئے، اسی سال وہ دوسری مرتبہ انھیں گھوڑوں کو لے کر گزرا تو زیاد نے پھر محصول طلب کیا، اس نے کہا میں ایک بار دے چکا ہوں، اب بار بار کب تک دیتا رہوں۔ زیاد نے اسے گزرنے کی اجازت نہ دی۔

حج کا وقت آیا تو اس عیسائی تاجر نے مکہ میں جا کر حضرت عمر رضؓ کو تمام واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا "اس کا بندوبست ہو جائے گا" تاجر نے خیال کیا کہ آپ نے یوں ہی کہہ دیا ہے مگر جب وہ سرحد پر آیا تو خلیفہ کا حکم یہاں وصول ہو چکا تھا کہ جس چیز پر ایک مرتبہ محصول لیا جائے سال آئندہ کی اسی تاریخ تک اس پر کچھ نہ لیا جائے۔ نصرانی کو اس پر بے انتہا مسرت ہوئی اور صرف اسی واقعہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔

احتساب اور امن و امان کے قیام کے لئے پولیس کا محکمہ تھا جس کا افسر اعلیٰ صاحب الاحداث کہلاتا تھا۔ بحرین کے صاحب الاحداث حضرت ابو ہریرہ رضؓ تھے ان کے ذمّے یہ کام بھی تھا کہ ان چیزوں کی بھی دیکھ بھال کریں کہ دوکان دار ناپ تول میں کمی نہ کریں، شاہراہ پر کوئی شخص مکان نہ بنائے، جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے اور شراب علانیہ نہ بکنے پائے۔

عرب میں اب تک کسی مستقل سن کا رواج نہ تھا حضرت عمر رضؓ نے سنہ ۱۶ھ میں، سن ہجری ایجاد کر کے اس کمی کی تلافی کر دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

انتخاب خلیفہ

عہدِ شباب

عثمان نام، ابو عبداللہ اور ابو عمرو کنیت، ذوالنورین لقب والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی، پانچویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے، اپنی ماں کی طرف سے آپ آں حضرت ؐ کے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔ ذوالنورین لقب کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔

ایام جاہلیت میں آپ کا خاندان بہت زیادہ اقتدار وامتیاز کا مالک تھا۔ آپ کے جدِّ اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے رؤسا میں سے تھے، انہی کی طرف شاہانِ بنو امیہ منسوب ہیں قریش کا قومی علم عقاب بھی اسی خاندان میں تھا۔

ہجرت نبوی سے ۴۷ سال قبل یعنی واقعہ فیل کے چھٹے سال آپ پیدا ہوئے، اوائل عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، جوان ہوئے تو تجارت میں مشغول ہو گئے اور اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بدولت بہت جلد نمایاں ترقی حاصل کی۔

آپ کے تعلقات ایامِ جاہلیت ہی سے حضرت ابوبکرؓ سے دوستانہ تھے۔
ایک روز وہ حضرت ابوبکرؓ سے ملنے آئے تو اسلام کی بابت گفتگو شروع ہوگئی، انھوں نے قبولِ اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ دربارِ نبوت کو جانے ہی کو تھے کہ خود رسولِ اکرمؐ تشریف لے آئے، آپ نے انھیں کلمۂ شہادت پڑھا کر اسلام میں داخل کرلیا۔ اس وقت تک کل ۳۵ یا ۳۶ مسلمان ہوئے تھے۔

ہجرتِ حبشہ

آں حضرت نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضؓ کا نکاح آپ سے کردیا۔ جب مشرکین نے حد سے زیادہ اذیتیں دینا شروع کیں تو آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو لے کر ملک حبش کی طرف چلے گئے۔ فرزندانِ اسلام میں سے یہ پہلے مسلمان تھے جو اہل وعیال سمیت ہجرت کر گئے۔ حبش میں چند سال رہنے کے بعد جب یہ مشہور ہوا کہ قریش مسلمان ہوگئے ہیں تو یہ مکہ چلے گئے، مگر پھر نہ لوٹے البتہ جب ہجرت مدینہ کی اجازت ملی تو آپ اہل وعیال سمیت مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ وہاں جاکر حضرت اوس بن ثابت کے گھر میں مہمان بنے جن سے بعد کو آپ کا بھائی چارہ کرادیا گیا۔

جنگِ بدر کے سوا آپ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اس غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ حضرت رقیہؓ بیمار ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا کہ شرکت

کے ثواب اور مالِ غنیمت دونوں میں حصّہ ملے گا۔ حضرت رقیہ رضؓ اس مرض میں فوت ہوگئیں۔ آپ اور اسامہ بن زبیر تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ نعرہ تکبیر کی آواز سنائی دی، کیا دیکھتے ہیں حضرت زید بن حارثہ سرورِ دوعالمؐ کی ناقہ پر سوار مژدہ فتح لا رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ کو دوہرا غم تھا، محبوب بیوی کا سانحہ وفات اور جنگِ بدر سے محرومی، آں حضرت نے آن کر اطمینان دلایا کہ ادائے فرض کی وجہ سے شرکت نہ ہوسکی، انھیں مجاہد قرار دیا، مال غنیمت میں سے ایک غازی کا حصّہ عنایت کیا اور اپنی دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔

غزوات

جنگِ احد میں آپ شریک تھے، غزوہ ذات الرقاع میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے۔ ۶ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا ارادہ کیا تو آپ بھی ساتھ تھے۔ آپ مسلمانوں کے سفیر بن کر قریش کے پاس گئے۔ جب آپ کی شہادت کی خبر اُڑی تو بیعت رضوان ہوئی۔ رسول اللہؐ کو حضرت عثمانؓ کی ذات پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپ نے ان کی طرف سے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر غائبانہ بیعت کی، مشرکین اس جوش کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے اور حضرت عثمان رضؓ کو رہا کر دیا۔ خیبر، فتح مکہ اور حنین میں بھی آپ شریک تھے۔

غزوۂ تبوک کا وقت آیا تو حضرت عثمان رضؓ نے ایک تہائی فوج کا تمام سروسامان اپنے پاس سے دیا یہاں تک کہ تسمے بھی ان کے روپے سے خریدے گئے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار اونٹ، ستّر گھوڑے اور سامانِ رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے۔ رسول اللہؐ ان اشرفیوں کو دست مبارک سے اُچھالتے اور فرماتے کہ آج کے بعد عثمان رضؓ کا کوئی کام انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ حجۃ الوداع میں بھی آپ کو رسول اللہ کے ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل تھا۔

خلافتِ صدیقی میں آپ مجلسِ شوریٰ کے ایک رکن تھے۔ حضرت عمر رضؓ کے استخلاف کا وصیت نامہ آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں بھی آپ ان کے اہل شوریٰ میں تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو جن چھ آدمیوں کو انھوں نے خلافت کے لئے نامزد کیا ان میں ایک آپ بھی تھے۔

انتخاب

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فارغ ہوکر حضرت مقداد ان صحابہ کو لے کر مسور بن مخرمہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ دو روز تک کوئی فیصلہ نہ ہوسکا، تیسرے روز حضرت عبدالرحمن رضؓ بن عوف نے کہا کہ خلافت تین شخصوں میں محدود کر دینی چاہیئے جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اس کا نام پیش کرے، حضرت سعد رضؓ نے عبدالرحمن رضؓ بن عوف کا نام لیا۔ حضرت طلحہ رضؓ نے حضرت عثمان کو پیش کیا اور حضرت

زبیر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو تجویز کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے کہا، "میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہوں"

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے فرمایا۔ "اب حق صرف دو آدمیوں میں رہ گیا ہے ان میں سے جو کتاب و سنت اور شیخین کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گی" اس کے بعد ان دونوں سے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دے دیں۔ دونوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اب تمام صحابۂ کرام مسجد میں جمع ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے ایک مختصر مگر مؤثر تقریر کی، پھر حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ان کے بعد حضرت علی رضؓ نے ہاتھ بڑھایا حضرت علی رضؓ کا بیعت کرنا تھا کہ لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے، غرض ۴ محرم ۲۴ھ دوشنبہ کے دن اتفاقِ عام سے حضرت عثمان رضؓ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

خلافت

از ۴ محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ

فتوحات

پہلا مقدمہ

حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے تو اس کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ اس قتل میں ہرمزان اور جفینہ بھی شریک تھے، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا کہ میں نے شام کے وقت ہرمزان، جفینہ اور فیروز کو آہستہ آہستہ باتیں کرتے دیکھا تھا۔ جب میں یکایک ان کے پاس گیا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک کے پاس سے خنجر گرا جس کے دونوں طرف دھار تھی، خنجر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عبدالرحمن کے بیان کے مطابق ہے۔

حضرت عمرؓ کے انتقال پران کے صاحبزادے عبداللہ نے غصہ میں ہرمزان کو قتل کر ڈالا۔ پھر جفینہ کی طرف بڑھے جو حیرہ کا رہنے والا عیسائی غلام تھا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اس کو اس لئے مدینہ میں لائے تھے کہ بچوں کو کتابت سکھائے۔ اس وقت حضرت صہیبؓ عارضی طور پر خلافت کا کام کر رہے تھے۔ انھوں نے عبداللہ کو گرفتار کر کے تلوار ان سے چھین لی۔ اور انھیں قید کر دیا۔

جب حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے تو یہ مقدمہ ان کی خدمت میں پیش ہوا حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کہا کہ آپ کو اس مقدمہ سے کیا سروکار۔ یہ واقعہ آپ کی خلافت سے قبل کا ہے، آخر آپ نے ہرمزان کے خون کا بدلہ اپنے پاس سے ادا کر کے معاملہ طے کر دیا جس سے سب لوگ خوش ہو گئے۔

استیصالِ بغاوت

حضرت عمر رضؓ کی خلافت میں ممالک مصر، شام اور ایران فتح ہو چکے تھے اور انھوں نے نظم و نسق کے لئے ایک دستور العمل بنا لیا تھا حضرت عثمان رضؓ نے حضرت صدیق رضؓ کی نرمی کو اپنا شعار بنایا اور حضرت فاروق رضؓ کی سیاست کو مشعلِ راہ اور ایک سال تک برابر اسی پر عمل کرتے رہے۔ اگر انھوں نے کوئی تبدیلی کی تو صرف یہ کہ حضرت عمر رضؓ کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کی جگہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو کوفہ کا والی بنا دیا۔

سنہ ۲۴ھ میں آرمینیہ اور آذربائجان، دونوں نے حضرت عمر رضؓ کی شہادت سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کر دی اور خراج ادا کرنا بند کر دیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے کوفہ سے سلمان بن ربیعہ کو چھ ہزار فوج دے کر شام کی طرف روانہ کیا جنھوں نے جاتے ہی اس بغاوت کا استیصال کیا۔

اہلِ اسکندریہ کی شرارت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے حضرت عمرو بن العاص رضؓ مصر کے

والی چلے آتے تھے۔ خراج کی جو سالانہ رقم مصر سے جایا کرتی تھی، اس پر حضرت عمر رض کو شکایت تھی کہ یہ کم ہے، وہ اضافہ کے خواہش مند تھے اور والی برابر انکار کرتا تھا۔ جب حضرت عثمان رض خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی اضافہ کا مطالبہ کیا اور جب انھوں نے انکار کر دیا تو انھیں معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا والی بنا دیا جو پہلے صرف صعید کے والی تھے۔

رومی حضرت عمرو بن العاص رض کی سیاست و تدبیر کا لوہا مانتے تھے، اور کبھی انھیں سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، انھوں نے اب مصر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے خواب دیکھنا شروع کئے۔ ان کی امداد کے بھروسہ پر ۲۵ھ میں اسکندریہ والوں نے بغاوت کر دی۔ حضرت عثمان رض نے مصریوں سے مشورہ طلب کیا کہ اس کو کس طرح فرو کیا جائے۔ انھوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا کہ وہی اس بغاوت کا استیصال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ گئے اور جاتے ہی رومیوں کو زبردست شکست دی اور اسکندریہ پر قبضہ کر کے اس کی فصیل کو توڑ دیا۔

دو برس تک حضرت عمرو رض بن العاص رض مصر کے مال و خراج کے افسر رہے، مگر ۲۷ھ میں اس دو عملی میں اختلاف پیدا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف شکایات دربارِ خلافت میں بھیجنا شروع کر دیں، حضرت عثمان رض نے تحقیقات کر کے عمرو بن العاص رض کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا والی بنا دیا۔ عمرو بن العاص رض

ناراض ہوکر مدینہ آگئے۔ ان کے زمانہ میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ آتا تھا، عبداللہ کی سعی وکوشش سے وہ چالیس لاکھ ہوگیا۔

۲۶ھ میں حضرت سعدرضؓ بن ابی وقاص کوفہ کی ولایت سے معزول کردیئے گئے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے بیت المال سے بہت بڑی رقم قرض لے لی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ بیت المال کے مہتمم تھے، انھوں نے قرض کی ادائیگی کا تقاضا کیا تو حضرت سعدرضؓ نے اپنی ناداری کا عذر کردیا۔ آخر یہ جھگڑا دربارِ خلافت تک گیا۔ اتنے بڑے حاکم کا یہ طریق عمل بالکل خلافِ قاعدہ تھا اس لئے حضرت عثمان رضؓ نے انھیں معزول کردیا۔ اوران کی جگہ ولید بن عقبہ کو وہاں کا والی بنادیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودرضؓ کا جرم اس قدر سنگین نہ تھا اس لئے انھیں مناسب تنبیہہ کے بعد اس عہدہ پر قائم رکھا۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیررضؓ کو الجزائر ومراکش میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے، مگر ہر جگہ ان کی بے نظیر شجاعت اور تدبر و سیاست نے فتح وکامرانی حاصل کی اور مظفر ومنصور واپس آئے۔

افریقہ کے بعد اسپین کا راستہ کھلا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے عبداللہ بن نافع عبدالقیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین کو ۲۷ھ میں اسلامی فوج کے ساتھ روانہ کیا، مگر تھوڑی سی فتوحات کے بعد پیش قدمی رک گئی اور عبداللہ بن نافع۔ بن عبدالقیس افریقہ کے حاکم مقرر ہوئے۔

فتح طرابلس

اگرچہ عبداللہ بن ابی سرح نے ۲۵ھ میں طرابلس کی مہم کا انتظام کرلیا تھا مگر اس پر باقاعدہ فوج کشی ۲۷ھ میں ہوئی۔ حضرت عثمان رضؓ نے اس کی امداد کے لئے مدینہ سے زبردست فوج روانہ کی، جس میں عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ بھی تھے۔ ایک مدت کے محاصرہ کے بعد اہلِ طرابلس کی ہمتیں پست ہوگئیں، ان کے پاؤں اکھڑ گئے، اور ۲۵ لاکھ دینار پر عبداللہ سے صلح کرلی۔

بحری لڑائی

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ولایت شام کے حاکم اعلیٰ امیر معاویہؓ چلے آتے تھے۔ انھوں نے دربارِ خلافت سے بارہا اس امر کی اجازت طلب کی کہ انھیں بحری جنگ کا موقع دیا جائے، مگر حضرت عمرؓ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ جب حضرت عثمان رضؓ نے عنانِ خلافت سنبھالی تو انھوں نے پھر اجازت مانگی۔ ابتداء میں تو وہ ٹالتے رہے، مگر جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو انھوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ جبراً یا قرعہ اندازی سے کسی مسلمان کو بحری فوج میں شریک نہ کیا جائے بلکہ صرف وہ لوگ لے جائیں جو اپنی خوشی سے شرکت کے خواہاں ہوں، امیر معاویہ رضؓ نے فوج کو دو حصّوں میں تقسیم کردیا تھا ایک حصّہ سردی کے دنوں میں مصروفِ جنگ رہتا اور دوسرا گرمی کے دنوں میں۔

شام کے قریب بحیرۂ روم میں قبرص یا سائپرس ایک نہایت ہی

زرخیز جزیرہ ہے جو یورپ اور روم کی طرف سے شام کی فتح کا دروازہ ہو.
جب تک اس بحری ناکہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہوتا انہیں رومیوں کے حملہ
کا برابر ڈر لگا رہتا تھا، اجازت ملتے ہی اس پر حملہ کی تیاریاں شروع ہوگئیں
بحری بیڑا تیار کیا گیا اور عبد اللہ بن قیس حارثی اس کے امیرالبحر قرار پائے
یہ بیڑا جاتے ہی قبرص پر لنگر انداز ہوگیا، لڑائی شروع ہوئی تو امیرالبحر ناگہانی
طور پر شہید ہوگئے۔ سفیان بن عوف ازدی نے بڑھ کر علم سنبھال لیا، آخر
اہلِ قبرص مغلوب ہوگئے اور صلح کرلی۔

۳۳ھ میں اہلِ قبرص نے رومی جہازوں کی امداد پر بھروسہ کرکے
پھر بغاوت کردی، اس لیئے امیر معاویہ رضؓ نے حملہ کرکے اس کو کلیتہً اسلامی
مملکت میں شامل کرلیا اور اعلان کردیا کہ اہلِ قبرص رومیوں کے ساتھ
ہر قسم کے تعلقات و روابط منقطع کردیں گے، بلکہ شادی بیاہ کا سلسلہ
بھی مسدود ہوجائے گا۔

ابو موسیٰ اشعری

حضرت عمر رضؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا حضرت
عثمان رضؓ کے زمانہ میں وہ چھ سال تک اس ولایت پر قائم رہے۔ کوفہ
میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی تھی جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ اپنے
والی کی ہر بات میں مخالفت کرے۔ حضرت عمر رضؓ کی ہیبت اور عظمت
نے کبھی اس جماعت کو ابھرنے نہ دیا، مگر حضرت عثمان رضؓ کی نرم دلی اور
نیکی سے اس نے بے جا فائدہ اٹھانا شروع کردیا، جس کی تفصیل اگلے

باب میں آئے گی۔

اس دوران میں کُردوں نے بغاوت کردی۔ حضرت ابوموسیٰ رضؓ نے جامع کوفہ میں جہاد کی ترغیب دی اور پاپیادہ چلنے کی فضیلت بیان کی۔ لوگ چلنے کو تیار ہوگئے، مگر اس فتنہ پرداز جماعت کے لوگوں نے کہا کہ جلدی کرنے کی ضرورت نہیں، پہلے اپنے والی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے قول پر کہاں تک عمل کرتے ہیں۔ وہاں دیکھا تو وہ ایک نفیس ترکی گھوڑے پر سوار تھے اور چالیس خچروں پر ان کا سامان لدا ہوا تھا۔ قول و فعل میں کلیتہً اختلاف دیکھ کر لوگ جوش میں آگئے اور اسی وقت ایک گروہ مدینہ کو روانہ ہوگیا کہ انھیں ولایت سے معزول کرائے، چنانچہ حضرت عثمان رضؓ نے ۲۹ھ میں انھیں معزول کرکے عبداللہ بن عامر کو وہاں کا والی بنادیا۔

یزدگرد کی موت

عبداللہ بن عامر والی بصرہ نے ماوراءالنہر کی طرف توجہ کی، جہاں کے لوگ صلح پر آمادہ ہوگئے۔ بہت سی قیمتی اور نفیس اشیاء بطور ہدیہ کے آپ کی خدمت میں پیش کیں، چنانچہ صلح ہوگئی، اسی دوران میں عبداللہ بن حازم نے سرخس فتح کرلیا، عبداللہ نے قیس بن الہیثم کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور خود اس تمام سامان کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوگئے ان ہی کی امارت میں ایران کا آخری بادشاہ یزدگرد مارا گیا، جس کی موت سے ساسانی خاندان کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔

بحری بیڑہ

قیصر روم نے ۳۱ھ میں پانچ سو جنگی جہازوں کا زبردست بیڑہ تیار کر کے سواحلِ شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا، امیر معاویہؓ نے بھی اس کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں، اور امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح کو حکم دیا کہ وہ سمندر ہی میں رومی بیڑہ کا مقابلہ کریں، چنانچہ عرب جہازوں نے پیش قدمی کی اور رومی جہازوں کا راستہ روک دیا۔ دونوں طرف سے نہایت خوفناک جنگ ہوئی، رومی بیڑہ تباہ و برباد ہو گیا۔ بہت کم لوگ جان بچا کر بھاگ سکے بہت سی کشتیاں عربوں کے ہاتھ آ گئیں اس فاتحانہ اقدام نے ہمیشہ کے لئے افریقہ اور شام کے ساحلوں کو محفوظ کر دیا۔

اسی سال حبیب بن مسلمہ فہری نے آرمینیہ کی طرف پیش قدمی کی اور طفلس تک کا علاقہ عرب سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۳۳ھ میں امیر معاویہؓ تنگنائے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ عبدالرحمٰن بن عامر نے مرد رود، طالقان، خاریاب اور جوزجان کو فتح کر لیا۔ خراسانیوں نے بغاوت کی تو احنف بن قیس نے اس کو فرو کر دیا۔ ۳۴ھ میں طرابلس والوں کی شورش کو عبداللہ بن ابی سرح نے دور کر دیا۔

داخلی فتنہ

انقلاب کی تیاری

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کے ابتدائی چھ سال نہایت امن و اطمینان سے گزرے، فتوحات کی وسعت نے مال و دولت میں کثرت و فراوانی پیدا کردی اور تجارت و زراعت نے لوگوں کو فارغ البال کردیا، اس لئے قدرتی طور پر سادگی اور بے تکلفی کی جگہ تکلف اور عیش نے لے لی، آخر اس ٹھاٹ کے بُرے نتیجے دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر رہے۔
اس وقت جن جن مقامات میں انقلاب کی تیاریاں ہو رہی تھیں وہ یہ تھے۔

کوفہ

اس شہر میں لوگ فتنہ و شورش انگیزی میں سب سے زیادہ مصروف تھے۔ انھوں نے اپنی ہمتیں بلند کیں، بڑی ہوشیاری سے کام لیا اور مختلف طریقے سے اپنے مقاصد و اغراض حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ولید بن عقبہ والی کوفہ کو سب لوگ عزت و احترام سے دیکھتے تھے، کوفیوں نے اپنے والی پر یہ تہمت لگائی کہ وہ شراب پیتے ہیں۔ حضرت عثمان رضہ کے سامنے دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہم ان کی مجلس میں موجود تھے۔ ہمارے سامنے انھوں نے قے کی اور اس میں شراب

نکلی، شہادت دینے والے وہ لوگ تھے جنھیں ولیدان کی نالائقی کی بنا پر ملازمت سے معزول کرچکا تھا۔ خلیفہ نے ولید پر حد جاری کی، اور ان کی جگہ سعید بن العاص کو والی بنایا۔

سعید بن العاص نے دیکھا کہ یہاں فتنہ کا بازار گرم ہے تو انھوں نے دربارِ خلافت کو اس کی مفصل اطلاع دی اور شریر لوگوں کو اپنی مجلس میں آنے سے روک دیا۔ اب ان مفسدوں نے خود والی ہی کو بدنام کرنا شروع کردیا اور عام لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ کوفہ کے اشراف ورؤساء نے تنگ آکر دربارِ خلافت سے التجا کی کہ فتنہ پردازوں سے ہمیں نجات دلوانے کی کوئی ترکیب کیجیے، حضرت عثمانؓ نے انھیں جلاوطن کرکے شام بھیجدیا، مگر امیر معاویہؓ بھی ان سے بہت جلد تنگ آگئے، پھر انھیں حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد کے سپرد کردیا گیا جن کی سختی سے تنگ آکر انھوں نے توبہ کی اور اس طرح انھیں کوفہ واپس آنے کی اجازت ملی۔

یہاں آئے تو پھر وہی شرارت اور انقلاب کی باتیں تھیں، اس لئے سعید بن العاص مجبور ہوکر مدینہ گئے کہ فساد کی تفصیلات سے خلیفہ کو آگاہ کریں۔ جب وہ مدینہ سے واپس لوٹے تو سازش کرنے والوں نے متفق ہوکر انھیں شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، آخر حضرت عثمانؓ نے رفع شر کے خیال سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو والی بناکر بھیجدیا۔ مگر ان کی بھی کچھ پیش نہ گئی اور روز بروز حکومت کا اقتدار کم ہوتا چلا گیا۔

بصرہ

کوفہ کی طرح بصرہ میں بھی ایک انقلاب پسند جماعت پیدا ہوگئی تھی، یہاں کے والی عبداللہ بن عامر تھے۔ ان کے عہد حکومت میں ایک شخص حکیم بن جبلہ تھا، جو چوریاں کرتا، غریبوں کا مال لوٹتا، اور میدانِ جنگ سے چھپ کر بھاگ جایا کرتا تھا، حضرت عثمان رضؓ کے حکم سے اسے بصرہ میں نظر بند کر دیا گیا، اور اس کے ساتھیوں کو بھی شہر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔

مصر

سازشوں اور فتنوں کے لحاظ سے مصر سب سے بڑا انقلابی مرکز تھا، صنعاء کا ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا جس کی کنیت ابن سودا تھی یہ شخص ظاہری طور پہ مسلمان ہوگیا تھا، اس نے بصرہ میں آکر حکیم بن جبلہ کے پاس قیام کیا اور اپنے انقلابی خیالات و افکار کی نشر و اشاعت میں لگ گیا۔ عبداللہ بن عامر کو اس کے خیالات کی اطلاع ملی تو انھوں نے اسے بصرہ سے نکال دیا اب اس نے کوفہ کا رخ کیا، پھر وہاں سے بھی نکالا گیا، پھر یہ مصر آیا، اور عجیب و غریب عقائد کی اشاعت شروع کر دی، اس کی تعلیم سے جو لوگ پختہ کار ہو جاتے تھے، انھیں دوسرے شہروں میں روانہ کیا جاتا جو خلیفہ اور عمال حکومت کے مظالم لوگوں کو سنانے اور مصنوعی شکایات بیان کر کے عوام کے جذبات میں جوش پیدا کرتے۔

حصولِ مقصد کے لئے ان لوگوں نے تمام اطراف و اکناف میں امراء کے فرضی مظالم لکھ کر بھیجے یہاں تک کہ مدینہ میں صحابہ کرام رضؓ کے پاس ایسے

خطوط پہنچے تو انھوں نے حضرت عثمان رضؓ سے ان کا ذکر کیا۔ آخر باہمی مشورہ کے بعد حضرت عثمان رضؓ نے قابلِ اعتماد صحابہ کو تفتیشِ حالات کے لئے روانہ کیا۔

ابوذر رضؓ غفاری

حضرت امیر معاویہ رضؓ کی دور اندیشی اور سیاست نے شام کو ان فتنوں سے بچالیا، مگر پھر بھی دو ایک واقعات ضرور ہو گئے۔ عبداللہ بن سبا شام گیا اور حضرت ابوذر رضؓ غفاری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ امیر معاویہ رضؓ بیت المال کے خزانے کو اللہ کا مال کہتے ہیں، اس لئے کہ مسلمانوں سے چھین کر اپنے تصرف میں لے آئیں۔ حضرت ابوذر رضؓ یہ سن کر جوش میں بھرے ہوئے امیر معاویہ رضؓ کے پاس گئے اور اس پر تنبیہہ کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں آئندہ اس کو مسلمانوں کا مال کہا کروں گا۔

اب اس نے حضرت ابودردا رضؓ کو ورغلانے کی کوشش کی۔ انھوں نے فرمایا تو یہودی ہے۔ یہاں سے ہٹ کر حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گیا، وہ اسے پکڑ کر امیر معاویہ رضؓ کے پاس لے گئے اور کہا یہ وہی شخص ہے جس نے ابوذر رضؓ کو تم سے لڑا دیا تھا۔

حضرت ابوذر بالکل تارک الدنیا مسلمان تھے، انھوں نے شام کے فقرا کو ابھارا کہ دولت مندوں کو لوٹ لیں، اس لئے امیر معاویہ رضؓ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضؓ نے تحقیقات کے لئے انھیں مدینہ بلایا، اور فرمایا کہ میرے پاس قیام کیجئے، میں آپ کے مصارف کا کفیل بنوں گا انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تمھاری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ آبادی سے دور مقام ربذہ

میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عثمان رضؓ نے ان کی تنخواہ مقرر کر دی۔ ۳۲ھ میں
اسی بیابان میں وفات پائی۔

پتھروں کی بارش

مدینہ میں بھی آہستہ آہستہ جراثیم بغاوت پھیل رہے تھے اور انقلابی برابر اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور ابھی حمد و ثنا شروع ہی کی تھی کہ درمیان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ "اے عثمانؓ! کتاب اللہ کو اپنا طرزِ عمل بنا۔" آپ نے نرمی سے جواب دیا: "بیٹھ جاؤ۔" اس نے دو تین مرتبہ یہی جملہ کہا، اور آپ ہر مرتبہ اس کو بیٹھ جانے کو فرماتے۔ اب مفسدین نے آپ کو نرغہ میں لے لیا اور اتنے سنگ ریزے اور پتھر مارے کہ آپ زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے مگر اس پر بھی آپ نے ایک لفظ زبان سے نہ نکالا۔

جب ان افواہوں کا اثر سب طرف ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے حج پر تمام امرائے حکومت کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیسی خبریں مشہور ہو رہی ہیں اور ان کے رفع و انسداد کی کیا صورت ہے، ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق تجویز پیش کی۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ "کہیں یہ وہی فتنہ نہ ہو جس کی خبر رسول کریمؐ دے چکے ہیں" اس پر امیر معاویہؓ نے عرض کی: "آپ شام تشریف لے چلیں" فرمایا: "میں آنحضرتؐ کے قرب و اتصال کو کسی چیز پر ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

وفد کی آمد

دربارِ خلافت میں تو اصلاحِ حالات کے مشورے ہو رہے تھے اور اُدھر

اندر ہی اندر سبائی جماعت انقلاب کی تیاریاں مکمل کر چکی تھی، کوفہ، بصرہ اور مصر سے اس جماعت کا ایک وفد مدینہ آیا، اور شہر سے باہر ٹھہر گیا، پھر اس کے چند سر کردہ حضرت طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور علی رضی اللہ عنہم کے پاس گئے کہ وہ اپنے رسوخ سے کام لے کر ان تنازعات کا خاتمہ کرا دیں مگر ان میں سے ہر ایک نے صاف انکار کر دیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے ستا تو دریافت کرایا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ آپ کی غلطیاں ظاہر کر کے آپ کو خلافت سے دست بردار ہونے کی دعوت دیں گے۔ اور انکار کرنے پر قتل کر دیں گے۔

حضرت عثمان رضؓ نے اسی وقت حضرت علی رضؓ کو بلایا۔ اور ان سے کہا کہ آپ ان مفسدین کو واپس کر دیجیے۔ میں ان کے تمام جائز مطالبات پورے کر دوں گا۔ چنانچہ یہ لوگ واپس چلے گئے۔ جمعہ کے دن حضرت عثمان رضؓ نے نہایت زوردار خطبہ دیا۔ اور اصلاحات کی بابت اپنے طریقِ عمل کی تشریح کی جس کو سن کر سب لوگ خوش ہو گئے۔ اتنے میں مدینہ کی گلیاں تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھیں اور انتقام انتقام کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں، بڑے بڑے صحابہ گھروں سے باہر نکل آئے کہ یہ کیا ہو گیا۔ حضرت علی رضؓ نے آگے بڑھ کر ان مفسدین سے پوچھا کہ تم کیوں واپس آئے ہو۔ مصریوں نے جواب دیا "ہم نے ایک قاصد کو گرفتار کر لیا ہے۔ جو اس مضمون کا خط لئے جا رہا تھا کہ جب ہم مصر واپس پہنچیں تو وہاں کا والی ہمیں قتل کر دے"۔ اب آپ نے کوفیوں اور بصریوں سے فرمایا "تمہارا راستہ مصریوں سے

بالکل دوسری سمت پر ہے، تم تین منزل تک سفر طے کر چکے تھے، تمھیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ ان کی بابت ایسا فرمان نافذ ہوا ہے، تم لوگ یقیناً جھوٹے ہو اور تم نے پہلے سے یہ سازش کر رکھی تھی۔"

محاصرہ

اب یہ لوگ اس خط کو لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے تو آپ نے قطعاً لاعلمی کا اظہار کیا اور فرمایا۔" تم اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرو، ورنہ مجھ سے قسم لے لو جو میں نے لکھا ہو، یا مجھے اس کا علم ہو۔" مصریوں نے کہا۔" ہمیں ایسے خلیفہ کی ضرورت نہیں جس کی لاعلمی میں ایسے اہم امور پیش آجائیں آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا۔ اللہ نے جو خلعت مجھے پہنایا ہے اس کو میں اپنے ہاتھ سے کبھی نہ اُتاروں گا۔"

اس پر انقلابیوں نے آپ کے دولت کدہ کا محاصرہ کر لیا اور چالیس دن تک ہر چیز بند کر دی۔ یہاں تک کہ پانی کا اندر جانا بھی بند ہو گیا، بڑی مشکل و جانکاہی کے بعد آپ کا ایک پڑوسی مخفی طور پر پانی پہنچاتا تھا، ان لوگوں نے بڑے بڑے صحابہ تک کی توہین سے دریغ نہ کیا تو بڑے بڑے صحابہؓ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے حج کا ارادہ کیا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی گوشہ نشین ہو گئے۔ البتہ اپنے صاحبزادے کو حفاظت کے لئے بھیج دیا۔

محاصرہ کے دوران میں حضرت عثمان رضؓ نے کئی مرتبہ مفسدین کو سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اسی حالت میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا کہ وہاں مسلمانوں کو مفصل حالات

سے آگاہ کر دیں۔ باغیوں نے دیکھا کہ اگر محاصرہ نے طول کھینچا تو حج کے بعد خلیفہ کے مددگار سب طرف سے آجائیں گے، اس لیے اب انھوں نے اعلانیہ طور پر آپ کے قتل کے مشورے کرنے شروع کر دئے۔ آپ نے سنا تو ان سے پوچھا کہ "کس جرم میں مجھے قتل کرتے ہو؟"

خواب

حضرت عثمان رضؓ کو یقین ہوگیا کہ اب آں حضرتؐ کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے، جس کی آپ نے خبر دی تھی اور اس میں صبر کرنے کی وصیت کی تھی۔ آپ جمعہ کے دن روزہ سے تھے، آپ نے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے ہیں "جلد آؤ، ہم تمھارے افطار کے منتظر ہیں۔" بیدار ہوئے تو فرمایا، "میری شہادت کا وقت آگیا ہے" پھر آپ نے پاجامہ زیب بدن فرمایا جو تمام عمر کبھی نہ پہنا تھا، بیس غلاموں کو آزاد کیا اور قرآن پاک کھول کر تلاوت میں مصروف ہوگئے۔

شہادت

باغیوں نے آپ کے گھر کے دروازے میں آگ لگا دی اور دیوار پھاند کر اندر گھس گئے۔ حضرت علی رضؓ، طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ کے صاحبزادے آپ کی حفاظت کے لئے آگئے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ نے انھیں واپس کر دیا۔ محمد بن ابی بکر نے بڑھ کر آپ کی ریش مبارک زور سے کھینچی۔ آپ نے فرمایا۔ "بھتیجے! اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے تو انھیں یہ منظر پسند نہ آتا۔" یہ سن کر وہ شرمائے

اور پیچھے ہٹ گئے۔

کنانہ بن بشر نے آپ کی مبارک پیشانی پر اس زور سے لوہے کی لاٹ ماری کہ آپ پہلو پر گر پڑے، اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔" بسم اللہ توکلت علی اللہ" سودان بن حمران مرادی نے دوسری ضرب لگائی جس سے آپ نیم مُردہ ہو گئے اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور آپ کے جسم پر نو زخم لگائے، حضرت نائلہ آپ کی وفادار بیوی بچانے کے لیے آپ کے اوپر گر پڑیں تو ان کی نصف ہتھیلی اور تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں پھر کسی نے اس زور سے تلوار ماری کہ گردن تن سے جُدا کر دی۔

آپ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، آپ کے خونِ ناحق کا چھینٹا اس آیت پر پڑا، فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (۱۳۷۰۲) (ان سے خدا تمھارے لیے کافی ہو گا۔ اور وہ سب کی سنتا ہے اور ہر ایک کے حال سے واقف ہے)۔

قتل کے بعد باغیوں نے آپ کا تمام سامان لوٹ لیا اور تمام شہر میں آپ کے قتل کا اعلان کر دیا۔ اب ان کی شہر پر حکومت تھی۔ ان کے خوف سے کسی کو اعلانیہ کفن دفن کی ہمت نہ تھی۔ دو روز تک یہ لاش بے گور و کفن پڑی رہی، آخر سنیچر کا دن گزار کر چند مسلمانوں نے ہمت کی اور بغیر غسل کے اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے کپڑوں میں چار آدمیوں نے جنازہ اٹھایا جنازہ میں کُل سترہ آدمی شریک تھے، حضرت جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمان رضؓ کا خون آلودہ کرتہ اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں
شام پہنچ گئیں، جب مجمع عام میں ان کی نمائش ہوئی تو چاروں طرف ماتم برپا
ہوگیا اور انتقام انتقام کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

عام عادات

ضعفِ پیری کی بنا پر آپ کی غذا نرم، ہلکی اور زود ہضم ہوتی تھی، مزاج
میں صفائی بہت زیادہ تھی، روزانہ غسل فرماتے، عمدہ کپڑے پہنتے اور عطر لگاتے
بیہودہ تکلف اور متکبرانہ لباس سے پرہیز کرتے۔ رات کا بڑا حصہ عبادت میں
گزرتا، کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں تمام قرآن ختم کردیتے۔ عموماً تیسرے روز روزہ
رکھتے۔ جس سال آپ محصور ہوگئے۔ اس کے سوا آپ نے ہر سال حج کیا۔
مدینہ میں یہودیوں کے ایک کنوئیں کا نام بیئر رومہ تھا۔ آپ نے بیس ہزار
درہم میں اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردیا، کیونکہ انھیں پانی کی بہت
تکلیف تھی۔ ۲۶ھ میں کعبہ کے گردوپیش کے مکانات خرید کر مسجد حرام کی
توسیع کی۔ اسی طرح ۲۹ھ میں مسجدِ نبوی میں اضافہ کیا۔ اس کی چونے اور پتھر
سے تعمیر کی۔ رمضان میں مدینہ کے تمام رہنے والوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

صبر

آپ غیر معمولی تحمل و بردباری کے مالک تھے۔ محاصرہ کے ایام میں مہاجرین
وانصار نے بارہا درخواست کی۔ آپ کے غلاموں نے سرفروشی کی اجازت مانگی۔
مگر آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کا خون بہانا پسند نہ کیا۔
آپ کی حیا تو ضرب المثل بن گئی ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں

کہ حضرت عثمان رضؓ تنہائی اور بند کمرے میں بھی کبھی برہنہ نہیں ہوتے تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی حیا کا لحاظ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صحابہ کے ساتھ بے تکلف تشریف رکھتے تھے، زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ کے آنے کی خبر ملی۔ آپ فوراً سنبھل کر بیٹھ گئے اور زانوئے مبارک پر کپڑا برابر کرلیا۔

طرزِ حکومت

ابتدا میں آپ کا طرزِ حکومت وہی تھا جو حضرت عمر رضؓ نے قائم کیا تھا بعد کو بنو امیہ نے غلبہ حاصل کر کے اس نظام کو ایک حد تک درہم برہم کر دیا۔ آپ تمام عمال سے مشورہ لیا کرتے تھے اور بعض اوقات حکام کو مدینہ میں بلا کر ان سے رائے لیتے، اپنے والیوں پر ان کی نگرانی بہت سخت تھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کے امیرانہ ٹھاٹھ ان کی معزولی کا سبب بنے اور حضرت سعد کو اس لئے الگ کر دیا کہ وہ بیت المال کا قرض ادا نہ کر سکے۔

حضرت عثمان رضؓ کی عادت تھی کہ جمعہ کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے اطراف واکناف ملک کے حالات پوچھتے۔ حج پر لوگوں کی شکایات سُن کر ان کا تدارک فرماتے۔ آپ کے حسنِ انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ مصر کا خراج چالیس لاکھ تک پہنچ گیا تھا۔ یعنی عہدِ فاروقی کے اعتبار سے پورا دُگنا۔

اذان اور قرآن

مدینہ شہر کی آبادی مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے بہت وسیع

ہو گئی تو جمعہ کے روز ایک اذان کافی نہ ہوتی تھی، اس لئے آپ نے ایک اور مؤذّن مقرر کیا کہ مقام اوراء میں دوسری اذان دیا کرے۔

آپ کی سب سے بڑی مذہبی خدمت قرآن کریم کو اختلاف سے بچانا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب شام، مصر، عراق اور دوسرے علاقوں کی فوجیں آرمینیا اور آذر بائیجان کی فتح میں مصروف تھیں تو حضرت حذیفہ بن یمان نے دیکھا کہ ہر ایک کی قرأت ایک دوسرے سے جُدا ہے اور ہر ایک اپنے آپ کو ہی درست سمجھتا ہے، واپس آکر حضرت حذیفہ رضؓ نے یہ تمام واقعات حضرت عثمان رضؓ کے گوش گزار کیا تو آپ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ سے عہد صدیقی کا ترتیب دیا ہوا نسخہ لیا اور حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر اور سعد بن العاص کو مامور کیا۔ اس کی اشاعت تمام ممالک اسلام میں کی۔ اس کے علاوہ اور جو مختلف لوگوں نے اپنے اپنے واسطے مصاحف تیار کئے تھے ان سب کو جمع کر کے معدوم کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

خونِ ناحق

بے نظیر ایثار

آپ کا نام علی رضؓ، کنیت ابو تراب اور ابوالحسن، لقب حیدر اور خطاب امیرالمومنین تھا۔ آپ کے والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت سے اکیس سال پیشتر آپ کی ولادت ہوئی۔

ابو طالب کثیر العیال تھے اور تنگی کی وجہ سے انھیں پریشانی تھی اس لئے آں حضرتؐ کے مشورہ سے حضرت عباسؓ نے جعفر کو اور آپ نے حضرت علی رضؓ کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ جب ان کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول کو خلعت نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ ایک دفعہ انھوں نے رسول اللہؐ اور خدیجہ الکبریٰ کو نماز پڑھتے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا "میں اللہ کا نبی ہوں اور تم کفر و شرک چھوڑ کر توحید قبول کر لو۔" چنانچہ بچوں میں آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

اب آپ نے برابر آں حضرتؐ ہی کے پاس رہنا شروع کیا اور عبادت میں شریک ہونے لگے، جب اللہ نے رسول اللہؐ کو حکم دیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو ڈرائیں تو آپ نے سب خاندان والوں کو بلایا۔ اس

دعوت کا انتظام حضرت علی رضؓ ہی نے کیا تھا۔

جب رسول اللہؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضؓ کو اپنی جگہ پر سُلا دیا۔ آپ عدیم المثال جرأت اور بے نظیر شجاعت کے ساتھ سو گئے۔ اس ایثار و خدمت اور جاں نثاری وجاں سپاری کی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی۔ رسول اللہؐ کے بعد آپ دو تین روز تک مکہ میں ٹھہرے۔ جن لوگوں سے رسول اللہؐ کا لین دین تھا ان سے فراغت حاصل کی، تمام امانتیں دے دینے کے بعد مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ اور حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مہمان ہوئے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ شریک تھے اور اینٹ گارا لا کر دیتے تھے۔

غزوات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ میدان بدر کو جا رہے تھے تو آپ کے آگے آگے دو سیاہ عَلم تھے۔ ان میں سے ایک حضرت علی رضؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اس لڑائی میں آپ نے جاں بازی کے جوہر دکھلائے، ولید کو قتل کیا۔ آپ کو مالِ غنیمت میں سے ایک زرہ، ایک اُونٹ اور ایک تلوار ملی۔

۲ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ دس گیارہ ماہ کے بعد رخصتی ہوئی تو حارثہ بن نعمان کا گھر کرایہ پر لے کر سیدۃ النساء کو لے آئے۔ سسرال سے آپ کو ایک پلنگ، ایک بستر ایک چادر، دو چکیاں اور مشکیزہ ملا۔ ۷ شوال ۳ھ میں معرکہ اُحد

پیش آیا۔ مسلمانوں کی فتح جب شکست سے تبدیل ہو گئی تو حضرت علی رض نے
علم اپنے ہاتھ میں لیا اور مشرکین کے علمبردار ابو سعید بن ابی طلحہ پر اس زور سے
حملہ کیا کہ وہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا۔ آں حضرت ؐ زخمی ہو گئے تو حضرت
فاطمہ رض زخم دھوتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی
زخم پر ڈالتے تھے جب خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہ رض نے چٹائی
جلا کر راکھ سے زخم بند کر دیا۔

سنہ ۴ ہجری میں بنو نضیر پر حملہ ہوا، اس میں بھی عَلَم آپ کے پاس
تھا، غزوۂ خندق میں آپ نے قریش کے سردار عمرو بن عبد ود کو جہنم
واصل کیا، بنو قریظہ کی لڑائی میں آپ ہی علم بردار تھے۔ آپ نے ان
کے قلعہ پر قبضہ کر کے نماز عصر اس کے صحن میں ادا کی۔ سنہ ۶ ہجری میں
بنو سعد کے لوگ یہود خیبر کی مدد کے لئے جمع ہو رہے تھے، حضرت علی رض
نے ایک سو سواروں کے ساتھ حملہ کر کے انھیں منتشر کر دیا اور مالِ غنیمت
میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں اپنے ساتھ لائے۔

حدیبیہ کے میدان میں جب بیعت الرضوان ہوئی تو آپ بھی اس میں
شریک تھے اور جب مشرکین نے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے صلح نامہ
کی عبارت محمد رسول ؐ اللہ سے شروع کی۔ سفیر قریش نے لفظ رسول پر
اعتراض کیا تو آں حضرت ؐ نے ان سے فرمایا کہ اسے کاٹ دو، مگر ان
کی غیرت دینی کب اس توہین کو برداشت کر سکتی تھی، انکار کر دیا، آخر
رسول اللہ ؐ نے خود ہی ان الفاظ کو اپنے دستِ مبارک سے مٹا دیا۔

؁ سنہ ہجری میں جنگ خیبر پیش آئی۔ کبار صحابہ رضؓ نے باری باری قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر عَلَم عطا فرمایا۔ حضرت علی رضؓ ان دنوں آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرت نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگا دیا اور یہ بالکل اچھے ہو گئے۔ انھوں نے ہاتھ میں علم لیتے ہی یہودیوں کے مشہور سردار مرحب کو قتل کیا اور ایک ہی حملہ میں خیبر فتح کر لیا۔

فتح مکہ

جب ؁ سنہ ہجری میں آں حضرتؐ نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضؓ آپ کے حکم سے روضۂ خاخ تک گئے اور ایک عورت سے وہ خط لے لیا جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا۔ اب دس ہزار صحابہ کے ساتھ رسول اکرمؐ روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن عبادہ علمبردار یہ پڑھتے جاتے تھے کہ آج کی ہولناک جنگ میں حرم کے اندر خول ریزی جائز ہوگی۔ آں حضرتؐ نے سُنا تو ناراض ہوئے اور ان سے علم لے کر حضرت علی رضؓ کو عنایت فرمایا جو خول ریزی کے بغیر ہی مکہ میں داخل ہو گئے۔

جنگ حنین میں بھی آپ نے ثبات و استقامت کا ثبوت دیا۔ جب ۹ سنہ ہجری میں رسول مقبولؐ جنگ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کو اہلِ بیت کی حفاظت پر مدینہ ہی میں مامور فرما گئے اور ان کے اطمینان کی خاطر آپ نے ارشاد کیا کہ میرے نزدیک تمھارا وہ مرتبہ ہے

جو ہارونؑ کا موسیٰؑ کے نزدیک تھا۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضرت ابوبکرؓ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا گیا تو اسی دوران میں سورۂ براۃ کا نزول ہوا۔ اس لئے ان کی امداد کے لئے حضرت علیؓ روانہ کئے گئے کہ مکہ میں جا کر اس سورت کا اعلان عام کر دیں یمن میں اشاعتِ اسلام پر حضرت خالد بن ولیدؓ مامور تھے مگر چھ ماہ صرف کرنے کے باوجود انھیں کامیابی نہ ہوئی تو آں حضرتؐ نے ۱۰ھ میں حضرت علیؓ کو بھیجا، آپ نے چند روز کے اندر قبیلہ ہمدان کو مسلمان کر لیا۔ حجۃ الوداع میں بھی آپ شریک تھے۔

جب رسولِ کریمؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ ہمہ تن ان کی تیمار داری میں مصروف ہو گئے۔ ایک روز کسی نے ان سے پوچھا کہ آں حضرتؐ کا مزاج کیسا ہے۔ انھوں نے جواب دیا "اچھا ہے" حضرت عباسؓ نے فرمایا "میں موت کے وقت خاندان عبدالمطلب کے چہرے پہچانتا ہوں، چلو ہم آپ سے اپنی خلافت کے لئے کہیں" حضرت علیؓ نے جواب دیا "اگر آپ نے انکار کر دیا تو تمام امیدیں ختم ہو جائیں گی"۔

غرض جب آپ کی وفات ہو گئی تو آپ تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے فراغت کے بعد حضرت فاطمہؓ کو جو سوگوار دیکھا تو خود بھی خانہ نشین ہو گئے اور قرآن جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب خاتونِ جنت کا انتقال ہو گیا تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

رکنِ مشورہ

شیخین رضؓ کے زمانۂ خلافت میں آپ برابر ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ حضرت عمر رضؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو وہ آپ ہی کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے آپ کی ایک صاحبزادی سے بھی نکاح کیا تھا۔

حضرت عثمان رضؓ کا زمانہ آیا تو انھیں بھی مخلصانہ مشورہ دیتے رہے۔ مصری وفد آپ ہی کی سعی و کوشش سے واپس ہوا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ مفسدین نے دار الخلافت کا محاصرہ کر لیا ہے تو آپ خود تشریف لے گئے۔ مگر باغیوں نے آپ کی ایک نہ سنی۔ آپ غصّہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس آ گئے، اور جب آپ کو حضرت عثمان رضؓ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ "اے اللہ میں عثمان رضؓ کے خون سے بَرِی ہوں"۔ پھر غصّہ میں امام حسن اور حسین علیہما السلام کو طمانچہ مارا۔ "تمھاری موجودگی میں یہ کیسے ہو گیا"۔

خلافت

(از ۲۱ر ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۱۷ر رمضان المبارک ۴۰ھ)

خانہ جنگی

انتخاب

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک شہر پر باغیوں کی حکومت تھی۔ اکثر بزرگانِ امت مدینہ سے باہر دوسرے مقامات میں تھے۔ مفسدین کی نظر میں خلافت کا مستحق حضرت علیؓ سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا، اس لئے آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ اس بارِ عظیم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ مہاجرین و انصار نے آپ کو مجبور کیا تو آپ اس کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ۲۱ر ذی الحجہ کو دوشنبہ کے دن مسجد نبوی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

جس قدر جلیل الشان صحابہ کرام اس وقت مدینہ میں موجود تھے، وہ بھی اس بیعت میں شریک ہو گئے۔ جو لوگ اس سے بچنا چاہتے تھے وہ شام چلے گئے۔ بیعت کے بعد آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں حکمت و دانائی کے موتی بکھیر دیئے۔ تقویٰ کی طرف توجہ دلائی اور ہر شخص کی

ذمہ داری بتائی۔ اب صحابہؓ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے درخواست کی کہ آپ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں مگر چاروں طرف مفسدین کا غلبہ تھا۔ شہادت ملنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ خود حضرت نائلہ نے بیان کیا کہ محمد بن ابی بکر قتل میں شریک نہ تھے اور دوسرے حملہ آوروں کو وہ شناخت نہیں کر سکیں، اس لئے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ ملک میں ذرا سکون ہو جائے تو میں اس مقدمہ کو ہاتھ میں لوں۔

عمال عثمانی کا عزل

حضرت علی رضؓ کو خیال ہوا کہ موجودہ امرائے مملکت میں حکومت کرنے کی قابلیت موجود نہیں، اس لئے آپ نے انھیں معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس نے انھیں اس سے روکنے کی کوشش کی مگر وہ طے کر چکے تھے، اس لئے تمام عمال عثمانی کی معزولی کا فرمان جاری کر کے عثمان بن حنیف کو بصرہ، عمارہ بن شہاب کو کوفہ، عبیداللہ بن عباس کو یمن قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر اور سہل بن حنیف کو شام کی امارت کا پروانہ دے کر روانہ کر دیا۔

سہل تبوک کے قریب پہنچے تو شاہی سواروں نے انھیں مدینہ واپس جانے پر مجبور کیا۔ قیس بن سعد مصر پہنچے تو وہاں کے لوگ تین جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ عبداللہ بن عامر والی بصرہ حج کو گئے تھے، عثمان بن حنیف کے پہنچنے پر یہاں بھی تین گروہ بن گئے، زبالہ کے مقام پر طلحہ بن خویلد اسدی کی ملاقات عمارہ سے ہو گئی۔ طلحہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ

لینے کے لئے آرہے تھے، انھوں نے عمارہ سے کہا واپس جاؤ ورنہ ہم تمھاری گردن اڑادیں گے۔ یمن میں جب عبیداللہ بن عباس کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو یعلی بن منیہ خراج کی تمام رقم لے کر مدینہ کو چل دیئے۔

ان واقعات کی اطلاع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوئی تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ خلافت میں کس قسم کے جھگڑے اٹھنے والے ہیں۔

قصاص کی تیاری

حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہ والیٔ شام کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ ایسے بیعت کی دعوت دے مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا اور تین ماہ کے بعد اپنا قاصد مدینہ بھیجا جس نے دربارِ خلافت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شام میں ساٹھ ہزار آدمیوں کو عثمان رضؓ کی خون آلود قمیص پر آنسو بہاتے چھوڑ آیا ہوں، جب تک وہ اس خون کا بدلہ نہ لے لیں گے، ان کی تلواریں نیام میں نہ جائیں گی۔

معاملہ چل رہا تھا کہ خبر ملی کہ حضرت عائشہ رضؓ، طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ بصرہ کے قریب پہنچ گئے ہیں اور ان کے ساتھ عبداللہ بن حضرمی والیٔ مکہ، مروان بن حکم، سعد بن العاص اور بنو امیہ کے دوسرے لوگ بھی ہیں۔ اس قافلہ کے سردار اور نماز کے امام حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسد تھے۔

حضرت علی رضؓ نے یہ سن کر عراق کا ارادہ کیا کہ مخالفین سے پہلے پہنچ کر بیت المال پر قبضہ کرلیں۔ یہ سن کر انصار کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی طرف سے حضرت عقبہ بن عامر بدری نے آپ سے

درخواست کی کہ آپ مرکز کو نہ چھوڑیں، جس طرح کہ حضرت عمرؓ یہاں سے باہر تشریف نہیں لے گئے، ہم پروانہ وار جان نثار کرنے کو تیار ہیں مگر آپ نہ مانے اور چند محتاط صحابہ کے سوا تمام اہلِ مدینہ کو لے کر روانہ ہو گئے، مگر جب مقام ذی قار میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ تمام اہلِ بصرہ نے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہاں سے آپ نے حضرت امام حسنؓ اور عمار بن یاسر کو کوفہ بھیجا، انھوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ والیٔ کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان اجتماع کے سامنے تقریر کر رہے ہیں اور لوگوں کو ہتھیار بے کار کرنے اور گوشہ نشین ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے مسجد میں داخل ہوتے ہی انھیں اسی وقت نکل جانے کا حکم دیا، اس کے بعد انھوں نے اور کوفہ کے ایک ذی اثر بزرگ حجر بن عدی کندی نے بڑی اثر انگیز تقریریں کیں اور دوسرے روز ساڑھے نو ہزار سپاہی لے کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے۔

گفتگوئے صلح

حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو نئے سرے سے مرتب کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں اس وقت تین قسم کے لوگ تھے۔

(۱) غیر جانب دار۔

(۲) حضرت علیؓ کے مددگار۔

(۳) ام المومنین حضرت عائشہؓ کے طرف دار۔

پہلی جماعت کی کوشش یہ تھی کہ آپس میں صلح ہو جائے، خود حضرت

علی رض اور حضرت عائشہ رض کی بھی یہی خواہش تھی۔ صلح کے آثار بالکل نمایاں تھے۔
حضرت علی رض کی فوج میں سبائی انجمن کے ارکان اور حضرت عثمان رض کے قاتل موجود تھے، انھوں نے خیال کیا کہ اگر صلح ہوگئی تو ان کی خیر نہیں۔ اس لئے انھوں نے حضرت عائشہ رض کی فوج پر شب خون مارا، رات کی تاریکی میں ہر فریق یہی سمجھتا تھا کہ مخالف جماعت نے دھوکا دے کر ان پر حملہ کر دیا ہے۔ اب آپس میں لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت علی رض اور حضرت عائشہ رض نے بہتیری کوشش کی کہ یہ فتنہ دب جائے مگر ناکام رہے۔

جنگ جمل

لڑائی شروع ہوئی تو حضرت علی رض تنہا گھوڑے پر سوار میدان میں آئے اور حضرت زبیر رض کو بلا کر کہا "کیا تمھیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا یہ کہ ایک روز تم ناحق علی رض سے لڑو گے" حضرت زبیر رض نے کہا "ہاں اب مجھے یاد آیا۔" حضرت زبیر رض کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا میں اس جنگ سے منہ موڑتا ہوں اور مدینہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ عمرو بن جرموز یہ دیکھ کر ان کے پیچھے ہولیا اور جب وہ وادئ سبا میں پہنچے تو انھیں تیر سے ہلاک کر دیا۔
حضرت طلحہ رض نے دیکھا کہ جنگ سے حضرت زبیر رض واپس لوٹ رہے ہیں تو ان کے ارادے میں تزلزل پیدا ہوگیا۔ مروان بن حکم کو معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ رض جانا چاہتے ہیں تو اس نے زہر میں بجھا ہوا تیر لیا تاک کر مارا کہ اس نے ان کا کام تمام کر دیا۔

حضرت عائشہ رض زرہ پوش ہودج میں بیٹھی تھیں، بنو ضبہ آپ کی حفاظت میں جانیں قربان کر رہے تھے اور عبداللہ بن زبیر رض کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل تھی سبائی ام المومنین حضرت عائشہ رض کو گرفتار کرنے کے خواہاں تھے۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رض نے خیال کیا کہ جب تک یہ اونٹ نہ بٹھایا جائے گا، جنگ نہیں رُک سکتی، اس لئے آپ کے اشارے سے ایک شخص نے پیچھے سے جاکر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری اور وہ بیٹھ گیا۔ حضرت علی رض نے اسی وقت محمد بن ابی بکر رض کو بھیجا کہ اپنی بہن کی خبر گیری کریں۔

اس لڑائی میں طرفین کے دس ہزار آدمی مارے گئے حضرت علی رض مقتولین کے دفن سے فارغ ہوکر حضرت عائشہ رض کے پاس گئے، ان کی مزاج پرسی کی۔ بصرہ میں چند دن رکھنے کے بعد انھیں یکم رجب ۳۶ھ کو مدینہ روانہ کر دیا اور چند میل تک ان کے ساتھ گئے۔ ایک منزل تک حضرت امام حسن رض اور امام حسین رض ہمراہ تھے اور مدینہ تک محمد بن ابی بکر رض ساتھ تھے۔ روانگی کے وقت حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ" ہماری باہمی کش مکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ ہم میں کوئی عداوت اور رنجش نہیں ہے۔ میں علی رض کو بہترین آدمیوں میں سے سمجھتی ہوں" حضرت علی رض نے کہا" ام المومنین نے سچ فرمایا۔ ہم میں کوئی دشمنی نہیں ہے۔ آپ آں حضرت ص کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں، آپ کا رتبہ بہت بڑا ہے۔"

دارالخلافت کی تبدیلی

حضرت علی رض نے دیکھا کہ حضرت عثمان رض کے فتنہ قتل سے حرم نبوی کی سخت توہین ہوئی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ علمی و مذہبی مرکز کو

سیاسی مرکز سے علیحدہ کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں کوفہ میں آپ کے طرفداروں کی تعداد سب سے زیادہ تھی، اس بنا پر حضرت علی رضؓ نے فیصلہ کر لیا کہ مدینہ کو مستقل طور پر چھوڑ کر کوفہ کو اپنا دار الحکومت بنالیں۔ چنانچہ ۱۲ رجب ۳۶ھ کو دوشنبہ کے دن آپ کوفہ میں داخل ہوئے، میدان میں ٹھہرے اور جمعہ کے روز نہایت سبق آموز و ولولہ انگیز تقریر کی۔

مستقل سکونت کے بعد اب آپ نے اپنی عنانِ توجہ انتظام ملکی کی طرف پھیری۔

امارت کی خواہش

حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہ رضؓ کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو خط دے کر شام کی طرف روانہ کیا، اس خط کا مضمون یہ تھا "مہاجرین و انصار نے مجھے اتفاق عام سے اپنا خلیفہ چن لیا ہے جیسے انھوں نے ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ، عثمان رضؓ کو منتخب کیا تھا۔ اس لئے تم بھی ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر میری بیعت کرو، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگر تمھیں قاتلینِ عثمان رضؓ سے انتقام لینا ہے تو میری اطاعت کرو اور باقاعدہ میری عدالت میں مقدمہ لاؤ۔ میں کتاب و سنّت کے مطابق اس کا فیصلہ کر دوں گا ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم دھوکے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

حضرت امیر معاویہ رضؓ ایک مدّت سے شام پر حکومت کرتے چلے آرہے تھے، اپنے سیاسی تدبّر، حلم اور بردباری سے وہاں کے رہنے والوں پر

انھیں پورا قابو تھا، اب ان کے دل میں خود مختاری کی تمنا ہو گئی تھی اور اس مقصد میں انھیں حسبِ ذیل اسباب کی بنا پر اور زیادہ تقویت حاصل ہو گئی۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کی پرانی رقابت پھر زندہ ہو گئی تھی۔

حضرت علی رضؓ نے تمام عمالِ عثمانی کو معزول کر دیا تو وہ ان کے گرد و پیش جمع ہو گئے تھے۔

بہت سے عرب قبائل صرف ان کی داد و دہش کی وجہ سے ان کے طرف دار ہو گئے تھے۔

حضرت عمرو رضؓ بن العاص نے مصر کی ولایت کا وعدہ لے کر ان کی مدد کا ذمہ لیا تھا۔

عرب کے سب سے بڑے سیاسی مدبّر مغیرہ بن شعبہ بعض اسباب کی بنا پر حضرت علی رضؓ سے ناراض ہو کر ان کے پاس چلے آئے۔

عبداللہ بن عمر رضؓ نے ہرمزان کو قتل کیا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا۔ وہ بھاگ کر ان کے پاس چلے گئے کہ شاید حضرت علی رضؓ ان سے قصاص طلب کریں۔

حضرت عثمان رضؓ کے قتل کو ہر جگہ نمایاں کیا گیا۔ ان کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ کی انگلیاں ہر گاؤں اور قصبہ میں دکھائی گئیں۔

جب حضرت علی رضؓ کا انھیں خط ملا تو ان اسباب کی بنا پر انھوں نے یہ جواب دیا۔ "ہم آپ کی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔ آپ یا تو خلیفہ

مظلوم کے قتل میں شریک ہیں یا ان کے قاتلوں کے حامی و مددگار رہیں۔"

جنگ صفین

حضرت جریر نے واپس آکر حضرت علی رضؓ سے شام کی کیفیت بیان کی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام نخیلہ میں مقیم ہو گئے۔ اُدھر یہ خبر سُن کر امیر معاویہ رضؓ بھی شامی فوجوں کے ساتھ چل پڑے، دریائے فرات کو عبور کر کے حضرت علی رضؓ سرحد شام میں داخل ہوئے تو شامی فوجوں کے مقدمۃ الجیش نے انھیں روکا۔ ان کے سردار ابو الاسوار سلمیٰ نے جب دیکھا کہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو امیر معاویہ رضؓ کو اس فوج کے آنے کی خبر دے کر خود میدان صفین کو مدافعت کے لئے منتخب کر لیا۔

جب حضرت علی رضؓ کی فوج یہاں پہنچی تو انھیں دریائے فرات کا پانی لینے سے روکا گیا، مگر پیاسے کب تک صبر کر سکتے تھے، لڑے اور گھاٹ پر قابض ہو گئے۔ مگر حضرت علی رضؓ کی طبعی سخاوت نے دشمن کی فوج کو بھی پانی سے محروم نہ رکھا۔ اس کی وجہ سے دونوں فوجوں میں میل جول ہو گیا اور امید بندھ چلی کہ اب صلح ہو جائے گی۔ چنانچہ اتمام حجت کے لئے حضرت علی رضؓ نے چند لوگوں کو امیر معاویہ رضؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بے گناہ لوگوں کا خون نہ بہائیں، اور ان میں تفرقہ نہ پیدا کریں۔

یہ سفارت ناکام واپس آئی، مگر باوجود اس کے جنگ شروع نہ ہوئی اس لئے کہ دونوں جانب ایسے لوگ تھے جو دل سے اس خونریزی کو ناپسند کرتے تھے۔ آخر جمادی الثانی کے شروع میں لڑائی کی ابتدا ہوئی مگر وہ بھی بس

طرح کہ دونوں طرف سے تھوڑی تھوڑی فوج نکلتی اور خون بہائے بغیر واپس چلی جاتی۔ محرم کا چاند نکلتے ہی لڑائی رک گئی۔ حضرت ابودرداء اور حضرت امامہ باہلی پہلے امیر معاویہ رضؓ سے اور پھر حضرت علی رضؓ سے ملے اور جب دیکھا کہ جنگ ناگزیر ہے تو لشکر گاہ کو چھوڑ کر چل دئے۔

محرم ۳۷ سنہ ہجری کے گزرتے ہی حضرت علی رضؓ نے عام حملہ کا حکم دے دیا۔ آپ کی فوج نے اس زور سے حملہ کیا کہ شامی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہ رضؓ کو مقابلہ کے لئے پکارا تو عمرو بن العاصؓ آگے بڑھے، دونوں میں بہت سخت مقابلہ ہوا، آخر بڑی مشکل سے عمرو بن العاص جان بچا کر واپس گئے۔

اسی طرح کئی روز تک فوجوں کا مقابلہ ہوتا رہا، جمعہ کے روز اس شدت کی جنگ ہوئی کہ قادسیہ کی طرح رات بھر اس کا سلسلہ جاری رہا اب امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو معلوم ہو گیا کہ حیدر کرار کی فوج سے مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے۔ اس لڑائی میں حضرت عمار بن یاسر بھی شہید ہو گئے امیر معاویہؓ نے حالات سے مجبور ہو کر حضرت علی رضؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ جنگ خواہ مخواہ طول پکڑ رہی ہے بہتر یہ ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر صلح ایسی ہونی چاہیئے کہ دونوں کی عزت و مرتبت قائم و برقرار رہے۔

حضرت علی رضؓ نے اب مصالحت کا ہاتھ بڑھانے سے انکار کر دیا اور دوسرے روز زرہ بکتر سے آراستہ فوجوں کے ساتھ میدان میں آگئے۔ صبح کو شامی فوج بھی سامنے آگئی۔ مگر اس شان سے کہ آگے آگے دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں

پر بندھا ہوا تھا، جسے پانچ آدمی اٹھائے ہوئے تھے، اس کے علاوہ جس جس کے پاس قرآن تھا، اس نے اپنے نیزے پر اس کو باندھ رکھا تھا۔

اب عام حملہ شروع ہوگیا۔ زرفا بن معمر نے آگے بڑھ کر کہا: "دیکھو یہ اللہ کی کتاب ہمارے اور تمھارے درمیان حکم ہے، اگر عراقی مٹ گئے تو مشرقی سرحدوں کی کون حفاظت کرے گا اور شامی فنا ہو گئے تو مغربی حملوں کی مدافعت کے لئے کوئی باقی نہ ہوگا۔"

باہمی اختلاف

عراقیوں نے قرآن دیکھتے ہی لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کا فیصلہ بسر و چشم قبول ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا: "تم حق پر ہو تمھاری فتح و کامرانی کا وقت بالکل قریب ہے، میں ان لوگوں کو خوب جانتا ہوں، جب شامیوں نے ناکامی دیکھی تو یہ چال چلے، اس میں فریب کے سوا کچھ نہیں۔" مگر باوجود اس سحر بیانی کے ایک جماعت اپنی ضد پر قائم رہی اور اس نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر قرآن درمیان میں آجانے کے بعد بھی جنگ ختم نہ ہوئی تو ہم خود آپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں گے۔

حضرت علی رضؓ نے مجبور ہو کر اپنی فوجوں کو واپسی کا حکم دیا، اشتر نخعی بہت دور تک شامیوں کو ڈھکیلتے چلے گئے تھے، انھیں جب واپسی کا حکم ملا تو بہت برہم ہوئے آخر بڑی مشکل سے واپس لوٹے اور آتے ہی سعر بن فدکی اور ابن الکدار سے ان کی نہایت تلخ گفتگو ہوئی۔ قریب تھا کہ آپس میں

تلوار چل جائے، حضرت علی رضؓ نے بیچ بچاؤ کرکے اس جھگڑے کو رفع دفع کردیا۔

پنچوں کا انتخاب

لڑائی ختم ہوگئی تو حضرت علی رضؓ نے اشعث بن قیس کو بھیجا کہ امیر معاویہ رضؓ سے دریافت کریں کہ ان کی غرض کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ خلافت کا مسئلہ دو حکموں کے سپرد کیا جائے۔ دونوں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں۔ فیصلہ آخری اور قطعی ہو۔ ہر ایک اسے تسلیم کرے۔ اشعث نے اس تجویز کو پسند کیا اور واپس آکر حضرت علی رضؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تمام عراقیوں نے اس تجویز پر لبیک کہا۔

اس فیصلے کے مطابق شامیوں نے متفقہ طور پر حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو اپنی طرف سے حکم منتخب کرلیا، مگر عراقی آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔ اشعث بن قیس اور دوسرے امرائے عراق نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام تجویز کیا۔ لیکن حضرت علی رضؓ نے ان کی جگہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کو پیش کیا؛ وہ جانتے تھے کہ ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی رائے ان کے خلاف ہے اور اس نام پر اصرار کیا۔ عراقیوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس رضؓ اور آپ تو ایک ہی ہیں، حکم تو غیر جانب دار ہونا چاہیے۔ اس پر آپ نے اشتر نخعی کا نام لیا۔ اشعث نے کہا کہ یہ تمام آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے۔ آخر حضرت علی رضؓ کو مجبوراً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کا انتخاب پسند کرنا پڑا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ لڑائی سے کنارہ کش ہوکر شام کے ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہوگئے تھے، انھیں وہاں سے بلوایا گیا۔ چہارشنبہ کے دن

۱۳ صفر ۳۷ھ کو قرار پایا کہ علی رضؓ اور معاویہؓ باہمی رضامندی سے یہ عہد کرتے ہیں کہ دونوں پنچ، کتاب و سنّت کے مطابق جو فیصلہ کریں گے وہ بسر و چشم قبول ہوگا، دونوں حکم صرف کتاب اور سنّت کو پیش نظر رکھیں، فریقین آزادی کے ساتھ ہر جگہ آنے جانے کے مجاز ہوں گے۔ فیصلہ رمضان المبارک میں ہوگا۔ لیکن اگر پنچوں کو ضرورت محسوس ہو تو وہ اس مدت میں اضافہ کر سکتے ہیں فیصلہ کا مقام عراق اور شام کے درمیان رہے گا۔ اس طرح یہ تباہ کن جنگ ختم ہوئی جس میں نوے ہزار مسلمان قتل ہو گئے تھے۔

فتنۂ خوارج

اشعث بن قیس اس خدمت پر مامور ہوئے کہ وہ اس معاہدہ کا اعلان تمام قبائل میں کر دیں۔ جب وہ اعلان کرتے کرتے آگے بڑھے تو بنو مراد، بنو راسب اور بنو تمیم نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عروہ بن ادیہ سردار بنی تمیم نے کہا کہ تم اللہ کے دین میں انسانوں کا فیصلہ قبول کرتے ہو۔ اور تلوار لے کر اشعث پر حملہ کیا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے خود آکر حضرت علی رضؓ کے سامنے اس معاہدہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا۔ محرز بن جنیس نے کہا "آپ اس ثالثی نامہ سے رجوع نہ کیجیے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کا انجام بُرا نہ ہو۔"

عراقی جب کوفہ سے نکلے تو ایک تھے، مگر جب صفین سے واپس لوٹے تو وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ جب یہ تمام فوج آپس میں لڑائی اور بدزبانی کرتی ہوئی کوفہ کے قریب پہنچی تو بارہ ہزار آدمی فوج سے الگ ہو کر

مقام حردرا میں مقیم ہو گئے اور شیث ابن ربعی کو اپنا امیر بنایا جو حضرت علی رضؓ کی طرف سے امیر معاویہ رضؓ کے پاس سفیر بن کر گیا تھا۔

ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ بھیجے گئے۔ مگر جب انھیں ناکامی ہوئی تو حضرت علی رضؓ تشریف لے گئے۔ خوارج سے مناظرہ ہوا اور بحث و تمحیث کے بعد انھیں راضی کر کے کوفے آئے، یہاں پر یہ مشہور کیا گیا کہ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے حضرت علی رضؓ نے تحکیم کو کفر تسلیم کر کے اس سے توبہ کی ہے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے نہایت جوش انگیز خطبے کے دوران میں فرمایا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے جنگ کو ملتوی کیا ہے۔ اب یہی لوگ عہد توڑ کر جنگ کرانے کی فکر میں ہیں، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

ثالثی کا فیصلہ

حضرت علی رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ نے متفقہ طور پر دومۃ الجندل کو مقام اجلاس پسند کیا تھا۔ کیونکہ یہ شام اور عراق کے درمیان تھا۔ ہر ایک نے ماہ رمضان کے قریب اپنے اپنے پنچ کے ساتھ چار چار سو آدمی بھیجدیئے، حضرت علی رضؓ کی فوج کے سردار شریح بن ہانی تھے اور عبداللہ بن عباس رضؓ امام کے فرائض انجام دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ، سعد بن ابی وقاص رضؓ اور مغیرہ بن شعبہ بھی تحکیم کا آخری فیصلہ سننے کے لئے دومۃ الجندل پہنچ گئے تھے۔ امیر معاویہ رضؓ اپنے پنچ کے پاس برابر خط بھیجا کرتے اور کسی کو کانوں کان یہ خبر بھی نہ ہوئی کہ اس کا مضمون کیا ہے، مگر حضرت علی رضؓ کا جب کبھی کوئی

خط حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آتا تو اہلِ عراق اس کا مطلب معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے اور اگر کسی طرح پتہ نہ لگتا تو ظن و تخمین سے کام لے کر بے پر کی اُڑاتے۔ غرض دونوں ثالثوں میں جو گفتگو ہوئی اس کا ماحصل یہ ہے:-

ابو موسیٰ اشعری :- ان خانہ جنگیوں میں عبداللہ بن عمرؓ نے بالکل حصہ نہیں لیا۔ میری رائے ہے کہ انھیں خلیفہ بنا دیا جائے۔ امید ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر حضرت عمرؓ کی روایات کو زندہ کر دیں گے۔

عمرو بن عاص :- اگر یہی بات ہے تو آپ میرے بیٹے عبداللہ کو خلافت دے دیجیے، اس کے فضل و منقبت پر تمام امّت متفق ہے۔

ابو موسیٰ اشعری :- یہ بالکل ٹھیک ہے، مگر اس جنگ میں شامل کر کے تم نے اس کے دامن کو داغ دار کر دیا۔

عمرو بن عاص :- تو پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابو موسیٰ اشعری :- میرا خیال ہے کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے امّت کو انتخاب کا موقع دیا جائے۔

عمرو بن العاص :- میرا بھی اس سے پورا اتفاق ہے۔

اس گفتگو سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ ان دونوں کو تو معزول کر دیا جائے، البتہ اس میں اختلاف تھا کہ پھر خلیفہ کون ہو، اسی قرار داد کو تحریر کر لیا گیا، سب لوگ جمع ہوئے اور یہ تحریری فیصلہ سنا دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے

سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے، مگر امیر معاویہ رضؓ اس پر اس لئے راضی ہو گئے کہ اس فیصلہ کی رو سے کم از کم حضرت علی رضؓ تو معزول ہو گئے۔ اب امّت کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ جس کو چاہے اپنا خلیفہ بنائے انھیں یقین تھا کہ امّت کا ایک بڑا حصّہ ان کے زیر اثر ہے اور وہ ان ہی کو منتخب کرے گا۔

خوارج کی سرکشی

تحکیم کا نتیجہ شائع ہوتے ہی خوارج حضرت علی رضؓ سے الگ ہو گئے۔ اور پنچوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو اپنا امیر بنا لیا۔ اب کوفہ، بصرہ، انبار اور مدائن سے بھی ان کے ہم خیال ایک ایک کر کے نہروان میں جمع ہو گئے۔ اور چاروں طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ حضرت علی رضؓ نے اہل کوفہ کو حکم دیا کہ پنچوں نے قرآن کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے شام پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور خوارج کو بھی شرکت کی دعوت دی۔

خوارج نے شرکت سے انکار کر دیا، بلکہ فوج میں شامل ہونے والے لوگوں کو روکنے لگے۔ حضرت علی رضؓ نے حارث بن مرہ کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو اسے قتل کر دیا۔ جب خوارج کی سرکشی یہاں تک پہنچ گئی تو آپ نے شام کی فوج کشی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور نہروان کی طرف روانہ ہوئے۔

نہروان کی لڑائی

حضرت علی رضؓ نے خوارج کو سمجھانے کے لئے حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ

اور قیس بن سعد بن عبادہ رض کو بھیجا۔ جب بحث و مناظرہ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مجبوراً آپ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ کچھ خارجی حضرت علی رض کے ساتھ جنگ کرنے میں پس و پیش کر رہے تھے، وہ پانچ سو کی تعداد میں الگ ہو گئے اور ایک ہزار توبہ کر کے حیدری علم کے نیچے آ گئے۔ اب عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ صرف ۲۸۰۰ آدمی رہ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی تو خارجیوں نے دو حصّوں میں ہو کر نہایت سختی سے حملہ کیا اور اس بے جگری اور پامردی سے لڑے کہ ان کا ایک ایک عضو جسم سے الگ ہو جاتا تھا مگر ان کے جوش میں کمی نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے۔

حضرت علی رض نے خارجی مقتولین میں اس شخص کی تلاش کی جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی، چنانچہ اس کی لاش مل گئی اور اس میں تمام وہ علامات موجود تھیں جو حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا" اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ کے رسول نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا تھا میدان جنگ میں چار سو زخمی تھے، انھیں آپ نے تیمارداری کے لئے کوفہ میں ان کے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا۔

فتح کے بعد اب حضرت علی رض نے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے تمام تیر گذشتہ جنگ میں ختم ہو گئے۔ ہماری تلواریں کُند ہو گئیں اور نیزے بے کار ہو گئے۔ اسلحہ درست کرنے کی مہلت دیجیئے۔ حضرت علی رض نے ان کی خاطر بمقام نخیلہ قیام کیا، مگر لوگ تیار ہونے کی بجائے آہستہ آہستہ چھپ چھپ کر گھروں کو جانے لگے، یہاں تک کہ ان کے ساتھ صرف

ایک ہزار کی جمعیت رہ گئی۔ یہ حال دیکھ کر حضرت علی رض بھی کوفہ میں آکر مقیم ہو گئے۔
شام کے لوگ ان سے بالکل مختلف تھے ان میں اتحاد و یک جہتی تھی اور وہ اپنے حاکم کا ایک ایک فرمان ماننے کو تیار تھے۔

اہلِ خرنبا

حضرت قیس رض بن سعد انصاری نہایت بلند پایہ اور ذی اثر صحابی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں انصار کے علم بردار رہے تھے اور حضرت علی رض کے مخصوص حامیوں میں سے تھے، انھیں حضرت علی رض نے ۳۶ھ کی ابتدا ہی میں مصر کا والی بنا دیا تھا۔ یہ نہایت عقلمند، مدبر اور تجربہ کار امیر تھے انھوں نے اپنی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے تمام مصریوں کو حضرت علی رض کا طرفدار بنا دیا تھا، صرف ایک جماعت حضرت علی رض کی خلافت کو ناجائز خیال کرتی تھی اس لئے کہ انھوں نے حضرت عثمان رض کا قصاص نہیں لیا تھا۔ یہ لوگ سب کے سب بمقام خرنبا میں مقیم تھے۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضرت قیس رض نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا اور انھیں امن و سکون سے زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔

جنگ صفین کی تیاریوں کے دوران میں امیر معاویہ رض کو خوف پیدا ہوا کہ اگر قیس رض بن سعد نے مصری فوج کے ساتھ شام پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف سے عراقی فوجیں آگئیں تو ہم کسی کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں گے، اس لئے انھوں نے قیس کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے خط لکھا۔ انھوں نے گول مول جواب دیا، تو امیر معاویہ رض اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سے کام نہیں نکلے گا۔ ان کے ہٹانے کی تدبیر

کرنی چاہیئے، چنانچہ انھوں نے یہ مشورہ کرنا شروع کر دیا کہ قیس بن سعد ہمارے طرفدار ہیں۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضرت علی رضؓ تک پہنچ گئی، محمد بن ابی بکرؓ نے اسے اور بھی بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور اہل خرتبا کا واقعہ اپنی تائید میں پیش کیا کہ وہ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے ہیں اور ان کے وظائف بھی بند نہیں کیئے۔

حضرت علی رضؓ ان افواہوں کی وجہ سے بدگمان ہوگئے اور حضرت قیسؓ کو لکھا کہ خرتبا والوں سے بیعت لیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں۔ حضرت قیسؓ نے جواب دیا کہ ان کی تعداد دس ہزار ہے اور سب کے سب اعیان واشراف مصر میں سے ہیں۔ بسر بن ارطاۃ، مسلمہ بن مخلد اور معاویہ بن خدیج جیسے تجربہ کار جنگی لوگ ان میں موجود ہیں، ان کو اسی حالت پر رہنے دینا ہی قرین مصلحت ہے۔ جنگ کی صورت میں فتنہ وفساد ہو جائیگا اور معاویہ رضؓ بھی ان کی مدد کریں گے۔ حضرت علی رضؓ نے زیادہ اصرار کیا تو وہ مستعفی ہو گئے۔

اب مصر کی امارت محمد بن ابی بکرؓ کو ملی انھوں نے اپنی کم سنی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت جلد مصر میں شورش برپا کردی۔ اہل خرتبا بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے آمادۂ جنگ ہوگئے اسی دوران میں صفین کی لڑائی شروع ہوگئی اور دونوں فریق نتیجہ کے انتظار میں خاموش رہے۔ جب خرتبا والوں کو حضرت علی رضؓ کی صفین سے واپسی کی اطلاع ملی تو خم ٹھونک کر محمد بن ابی بکرؓ کے مقابلہ پر آگئے اور مصری فوج کو شکست دینی شروع کی۔

ان حالات کی اطلاع حضرت علی رضؓ کو ہوئی تو انھوں نے جزیرہ کے والی اشتر نخعی کو مصر کا والی بنا دیا مگر وہ راستہ ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے مصر کی امارت بدستور محمد بن ابی بکرؓ ہی کے ہاتھ میں رہی۔

امیر معاویہ رضؓ نے خرنبا والوں کو لکھا "آپ ہرگز نہ گھبرائیں میں آپ کی پوری مدد کروں گا"۔ چنانچہ عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج دے کر مصر کی طرف روانہ کیا محمد بن ابی بکر ان کے مقابلہ کو نکلے مگر ان کے اکثر ساتھی مارے گئے یا جان بچا کر بھاگ گئے۔ محمد بن ابی بکر نے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں پناہ لی، مگر معاویہ بن خدیج نے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا، اس طرح ۳۸ھ میں مصر کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت علی رضؓ اپنی مجبوری کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ بڑی مشکل سے دو ہزار آدمی مصر جانے کے لئے جمع کئے تھے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر مل گئی۔ آپ کو ان کے قتل سے بے انتہا صدمہ ہوا۔

خارجیوں کا خاتمہ

مصر کی فتح نے امیر معاویہ رضؓ کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اسی سال انھوں نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا جنھوں نے بنو تمیم اور قریباً تمام اہل بصرہ کو امیر معاویہ رضؓ کا طرف دار بنا دیا۔ حضرت علی رضؓ نے اس کے جواب میں جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، انھوں نے ابن حضرمی اور اس کے ساتھیوں کو گھیر کر ان کے مامن میں آگ لگا دی، اہل بصرہ ان کے مطیع و فرمانبردار بن گئے اور حضرت علی رضؓ نے بھی ان سب کو معاف کر دیا۔

اگرچہ نہروان کی جنگ میں خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا تھا مگر پھر بھی

خویت ابن ارشد مجوسیوں، مرتدوں اور نو مسلموں کو اپنے ساتھ ملا کر لوٹ مار کرتا پھرتا اور ذمیوں کو بغاوت پر آمادہ کرتا۔ حضرت علی رضؓ کی فوجوں نے ماہر سنر کی پہاڑیوں میں ان کا خاتمہ کر دیا۔

خانہ جنگی کا نتیجہ

امیر معاویہ رضؓ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ حضرت علی رضؓ اپنی داخلی مصیبتوں میں گرفتار ہیں اور ان کے طرفدار بالکل بے حس ہو کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں۔ اس لئے انھوں نے ۳۹ھ میں حجاز، عراق اور جزیرہ کی طرف اپنی فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔ چنانچہ نعمان بن بشیر نے دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ عین التمر پر، سفیان بن عوف نے چھ ہزار فوج کے ساتھ انبار اور مدائن پر عبداللہ بن مسعدہ فزاری نے ایک ہزار سات سو سے تیمار پر، ضحاک بن قیس نے بصرہ اور بسر بن ارطاۃ نے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے وہ یمن کی طرف بڑھا۔ حضرت موسیٰ اشعری نے وہاں کے عامل کو بسر کے آنے کی اطلاع کر دی، باوجود اس کے وہ کوفہ چلا گیا اور بسر نے صفا پر قبضہ کر کے اہل یمن سے امیر معاویہ رضؓ کے لئے بیعت لے لی۔

اس صورت حالات کو دیکھ کر کرمان و فارس کے عجمیوں نے بھی خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا، اور عمال کو نکال دیا۔ حضرت علی رضؓ نے مشورہ کر کے زیاد بن ابیہ کو عجم کی مہم پر روانہ کیا، جنھوں نے بہت جلد بغاوت فرو کر کے تمام ایران فارس اور کرمان میں امن و امان کر دیا۔

آپ نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو داخلی فتنوں اور خانگی جھگڑوں نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ مملکت اسلام میں کچھ اضافہ کرتے مگر باوجود اس کے وہ اپنے فریضہ سے غافل نہیں رہے۔ سیستان اور کابل کے لوگ سرکشی پر آمادہ ہوگئے تھے، آپ نے ان پر قابو حاصل کرکے آگے قدم بڑھایا۔

تین خارجی

دنیائے اسلام کی خانہ جنگیوں سے تنگ آکر تین خارجی حج کے موقعہ پر ایک جگہ مل کر بیٹھے اور مشورہ کے بعد آپس میں یہ طے کیا کہ جب تک علی رضؓ معاویہ رضؓ اور عمرو بن العاص رضؓ کو قتل نہیں کیا جائے گا، امن قائم نہیں ہوسکتا، اس لئے عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے حضرت علی رضؓ کے قتل کا ذمہ لیا، برک نے معاویہ رضؓ کے ختم کرنے کا عہد کیا اور عمرو بن بکر نے عمرو بن العاص کے مار ڈالنے کا عزم کیا۔ اس مہم کے لئے ۱۵ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی اس قرارداد کے مطابق تینوں اپنی اپنی منزل مقصود کو روانہ ہوگئے۔ مقررہ تاریخ پر دمشق میں برک نے امیر معاویہ رضؓ پر اس وقت حملہ کیا جب وہ مسجد کے دروازے سے نکل رہے تھے، مگر انھیں معمولی زخم آیا اور چند روز کے بعد اچھے ہوگئے۔ اس کے بعد انھوں نے مسجد میں مقصورہ بنوا لیا اور ہر وقت محافظ ساتھ رکھنے لگے، یہاں تک کہ نماز پڑھتے وقت بھی دو مسلح سپاہی دونوں طرف کھڑے رہتے۔

عمرو بن العاص رضؓ اس روز بیمار تھے، انھوں نے اپنی جگہ خارجہ بن حذافہ کو

نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا، عمرو بن بکر گھات میں بیٹھا رہا، انہیں عمرو بن العاص سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔

سانحۂ شہادت

عبدالرحمٰن بن ملجم اپنے گھر والوں کو خبر کئے بغیر کوفہ آگیا، یہاں تیم رباب کے قبیلہ کے کچھ لوگ تھے، جن کے دس آدمی جنگ نہروان میں حضرت علی رضؓ کی فوج نے قتل کئے تھے۔ انہی میں شجنہ اور اس کا بیٹا بھی تھا۔ شجنہ کی بیٹی قطام بھی یہیں رہتی تھی، ابن ملجم اسی قبیلہ میں آکر ٹھیرا، اس کے جمال پر فریفتہ ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام دیا۔ قطام نے شادی کا وعدہ اس شرط کے ساتھ کیا کہ حضرت علی رضؓ کا سر، ایک غلام، تین لونڈی اور تین ہزار درہم مہر ہو۔

ابن ملجم نے کہا "میں تو اسی کام کے لئے آیا ہوں، اب یہ راز فاش نہ ہونے پائے۔" مقررہ تاریخ پر یہ بدبخت ترین انسان مسجد میں جا کر سو گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے لئے حضرت علی رضؓ مسجد میں تشریف لائے تو اسے جگایا اور خود نماز میں مصروف ہو گئے۔ اس کے پاس زہر میں بجھی ہوئی تلوار تھی، جب وہ سجدے میں گئے تو اس زور سے تلوار کا ہاتھ مارا کہ سر مبارک زخمی ہو گیا، لوگوں نے حملہ آور کو فوراً گرفتار کر لیا۔

حضرت علی رضؓ نے امام حسن رضؓ اور امام حسین علیہ السلام کو بلا کر مفید و کارآمد نصیحتیں کیں محمد بن الحنیفہ کے ساتھ خاص طور پر سلوک کرنے کی ہدایت کی۔ لوگوں نے پوچھا: "آپ کے بعد امام حسن علیہ السلام کو خلیفہ بنا دیں؟" آپ نے فرمایا: "میں

اس کی بابت کچھ نہیں کہتا۔" قاتل کی نسبت فرمایا کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا دوسرے لوگ قتل نہ کیے جائیں اور اس کا مثلہ بھی نہ کرنا۔

یہ زخم بہت خطرناک تھا، تین دن کے بعد آپ ملاء اعلیٰ طرف تشریف لے گئے۔ امام حسن ؑ نے اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی، ان کے جنازے پر چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور عزمی نام کوفہ کے قبرستان میں اس آفتاب ہدایت کو خاک میں چھپا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت چار سال کچھ کم دن نو ماہ رہی۔

امام حسن رضؓ

آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت امام حسن رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کی مگر آپ نے مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر امیر معاویہ رضؓ سے صلح کی خواہش کی۔ انھوں نے سادہ کاغذ پر دستخط کر کے ان سے کہا کہ جو شرطیں آپ چاہیں اس پر تحریر کر دیں، آپ نے لکھا:-

۱۔ اہل عراق کو امنِ عام دیا جائے۔

۲۔ گزشتہ لڑائیوں میں جو لوگ آپ سے لڑ چکے ہیں ان سے انتقام نہ لیا جائے۔

۳۔ اہواز کا خراج مجھے ملا کرے۔

۴۔ میرے بھائی حسین رضؓ کو ۲۰ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے۔

۵۔ عطایا میں بنی ہاشم کو دوسرے لوگوں پر تقدیم ہو۔

امیر معاویہ رضؓ نے بلا پس و پیش ان تمام شرائط کو قبول کر لیا اور اس طرح

تمام دنیائے اسلام تفرقہ اور اختلاف کے بعد ایک مرتبہ پھر متحد ہوگئی۔ اسی بناء پر اس سال کو عالم الجماعت کہتے ہیں۔ ۷ ربیع الاول ۴۱ھ میں یہ عہدنامہ مکمل ہوا اور اس روز رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہ الفاظ اپنی حقانیت کے ساتھ روشن ہوئے کہ "میرا بیٹا سیّد ہے، امید ہے کہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح و اتحاد قائم ہو جائے گا۔"

خانگی زندگی

ابتداء میں محنت مزدوری اور مال غنیمت پر گزارہ تھا۔ فتح خیبر کے بعد آپ کو وہاں جاگیر مل گئی، حضرت عمرؓ نے بدری ہونے کی وجہ سے ان کا پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ جب خود خلیفہ ہو گئے تو بیت المال سے بقدر ضرورت وظیفہ ملنے لگا۔ آپ کی تمام آمدنی فقراء اور مساکین پر خرچ ہوتی تھی۔ آپ سادہ طور پر رہتے اور روکھا پھیکا کھاتے، عمامہ بہت پسند کرتے، تہمد نصف ساق تک ہوتی اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن لیتے۔

آپ نہایت حیادار تھے۔ جنگ اُحد میں ایک کافر پر حملہ کیا، اس حملہ سے اس کے اوسان اس قدر خطا ہو گئے کہ اس کو اپنے جسم کا بھی ہوش نہ رہا اور ننگا ہو گیا، حضرت علیؓ نے دیکھا تو اس کو چھوڑ کر چلے آئے۔

اصابت رائے

حضرت علیؓ نہایت صائب الرائے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ہر بات میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، نہاوند کی جنگ میں حضرت عمرؓ متشوش تھے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا، مگر سب سے بہتر رائے آپ کو

حضرت علی رضؓ ہی کی معلوم ہوئی، انھوں نے فرمایا "اگر شام سے فوجیں ہٹ گئیں تو دشمن ان مفتوحہ مقامات پر قابض ہو جائے گا اور اگر آپ مدینہ سے باہر چلے گئے تو عرب میں گڑبڑ پھیل جائے گی، میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہٹیں، اور دوسرے مقامات سے ایک ایک ثلث فوجیں میدانِ جنگ کو روانہ کر دی جائیں۔" حضرت عمر رضؓ نے فرمایا "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اصابت رائے کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ آپ یمن کے قاضی مقرر کیے گئے اور بہترین قاضی ثابت ہوئے۔ آپ نے جن مقدمات کا جو فیصلہ کیا۔ دربارِ رسالت نے بھی انھیں ویسا ہی قائم رکھا۔ یہاں پر آپ کے چند فیصلے نقل کیے جاتے ہیں کہ جوہر شناس آپ کی خداداد قابلیت کا اندازہ کر سکیں۔

چند لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے جرم میں آپ کے سامنے پیش کیا۔ اور دو گواہ بھی لے آئے۔ حضرت علی رضؓ نے گواہوں کو دھمکایا کہ اگر تمھاری شہادت غلط ثابت ہوئی تو تمھیں سخت سزا دوں گا، پھر کام میں لگ گئے فراغت کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں گواہ چل دیے۔ آپ نے ملزم کو بے گناہ پا کر چھوڑ دیا۔

ایک اور دلچسپ مقدمہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ دو شخص ہم سفر تھے۔ ایک کے پاس تین دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دونوں مل کر کھانے کو بیٹھے تو ایک اور مسافر ان کے ساتھ شریک ہو گیا اور چلتے وقت اپنے حصہ کی روٹیوں کی قیمت آٹھ درہم ادا کر دی، پانچ روٹی والے نے اپنی پانچ روٹیوں

کی قیمت پانچ درم رکھ کر باقی تین درم دوسرے کو دینا چاہے۔ وہ راضی نہ ہوا، اور نصف قیمت طلب کی۔ اب یہ مقدمہ حضرت علی رضؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کا فیصلہ قبول کر لو، تمھیں نفع مل رہا ہے۔ مگر اس نے انکار کیا کہ حق کے ساتھ جو مل جائے وہ بہتر ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا تو حق یہ ہے کہ تم ایک درم کے اور تمھارا ساتھی ۷ درم کا مستحق ہے۔ یہ فیصلہ سُن کر وہ حیران و ششدر رہ گیا۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا تم تین آدمی تھے، تمھاری تین اور تمھارے رفیق کی پانچ روٹیاں تھیں، تم دونوں نے برابر کھالیں اور تیسرے کو بھی برابر کا حصّہ دیا۔ تمھاری روٹیوں کے حصّے تین جگہ کیے جائیں تو ۹ ہوتے ہیں اور تمھارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے حصّے تین تین ٹکڑے ہوں تو وہ پندرہ بنتے ہیں اور دونوں کا مجموعہ ۲۴ ہوتا ہے، تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو ہر ایک کو آٹھ ٹکڑے ملتے ہیں۔ تم نے اپنے ۹ میں سے ۸ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا، تمھارے ساتھی نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور باقی سات تیسرے کو دیئے، اس لئے تم ایک درم اور تمھارا ساتھی ۷ درم کا حق دار ہوا۔

ملکی نظم و نسق

حضرت علی رضؓ اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عمر رضؓ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے تھے اور انھوں نے جو انتظامات کر دیئے تھے، ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے تھے نجران کے یہودیوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ انھیں

حجاز میں آباد ہونے کی اجازت دیں جو ان کا آبائی وطن تھا۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا: "میں ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ نہایت صحیح تھا۔"

آپ اپنے عمال کی بھی سخت نگرانی کرتے تھے، ان سے پائی پائی کا حساب مانگتے تھے اور اس میں قریب و بعید کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس والئ بصرہ نے بیت المال سے ایک بہت بڑی رقم لے لی تھی، حضرت علیؓ نے ان سے سختی کے ساتھ مطالبہ کیا۔ وہ ڈر کر مکہ چلے گئے۔

حضرت علیؓ کی ذاتِ گرامی اعلیٰ ترین اخلاق و محاسن کی جامع تھی، فصاحت و بلاغت میں آپ بے نظیر تھے۔ زہد، ترکِ دنیا، ایثار، رضاجوئی، حق اور عبادت و ریاضت آپ کے طغرائے امتیاز تھے۔ تمام عرب آپ کی شجاعت کا لوہا مانتا تھا۔ بڑے بڑے معرکوں میں آپ بے محابا آگے بڑھتے اور مظفر و منصور واپس لوٹتے۔ لیکن افسوس کہ آپ کا زمانۂ خلافت شورش اور خانہ جنگی کا عہد ہو گیا اور دنیا آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئی ÷ ÷